تصوف پر علمی تحقیقی و دعوتی مجلہ

کتابی سلسلہ

الاحسان

An Annual Journal on
ISLAMIC SPIRITUALITY

کتابی سلسلہ 10

سلطان المشائخ نمبر

شاہ صفی اکیڈمی

SHAH SAFI ACADEMY

A centre for research on Islamic studies and Sufism

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوف پر علمی، تحقیقی و دعوتی مجلہ

الاحسان

سرپرست: داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی حفظہ اللہ

مدیر: ابوسعد حسن سعید صفوی

مرتبین

ذیشان احمد مصباحی، غلام مصطفیٰ ازہری، ضیاء الرحمن علیمی، مجیب الرحمن علیمی

معاونین

شوکت علی سعیدی، رفعت رضا نوری، ساجد الرحمٰن مصباحی، اصغر علی مصباحی

مجلس مشاورت

احمد جاوید (لاہور)
پروفیسر مسعود انور علوی (علی گڑھ)
ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر (الہ آباد)
پروفیسر اختر الواسع (نئی دہلی)
مولانا عبید اللہ خان اعظمی (اعظم گڑھ)
پروفیسر قمر الہدیٰ فریدی (علی گڑھ)
مولانا عبد الغنی محمد عطیف قادری (بدایوں)
شاہ نوازش محمد فاروقی صفوی (صفی پور)
پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی (الہ آباد)
ڈاکٹر سید شمیم الدین احمد منعمی (پٹنہ)
سید ضیاء الدین رحمانی (جدہ)
پروفیسر سید علیم اشرف جائسی (حیدر آباد)
پروفیسر معین الدین جینا بڑے (نئی دہلی)
نوشاد عالم چشتی (علی گڑھ)

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں

سلسلۂ مطبوعات نمبر (۲۲)

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتابی سلسلہ: الاحسان (شمارہ نمبر-۱۰)

مدیر: حسن سعید صفوی

ترتیب: ذیشان احمد مصباحی، غلام مصطفیٰ ازہری، ضیاء الرحمن علیمی، مجیب الرحمن علیمی

سرورق: طارق رضا قادری

کمپوزنگ: ظفر عقیل سعیدی

اشاعت: مارچ ۲۰۲۰ء/ رجب ۱۴۴۱ھ

ضخامت: ۶۴۶/ صفحات

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (یو پی)

قیمت فی شمارہ:	Rs. 600
بیرون ممالک:	$. 50

Alehsaan(*An Annual Journal on Islamic Spirituality*)

Published by: **Shah Safi Academy**, Khanqah-e-Arifia

Saiyed Sarawan, Kaushambi, U.P.(India) 212213

Ph:9312922953 / 9026981216-Email:alehsaan.yearly@gmail.com

اہل قلم کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں!

قد أفلح من تزكى

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو زندہ کنم دار و رسن را

سلطان المشائخ

برہان الحقائق

عالم علومِ ربانی

کاشفِ اسرارِ رحمانی

خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدّس اللہ روحہٗ

(پیدائش: ۶۳۶ھ/ ۱۲۳۷ء– وفات: ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۴ء)

کے نام

درویشی و فقر و کج کلاہی دارد
زیبائی و دارائی و شاہی دارد
کم یافت کسے ز اولیائے امت
آں رتبہ کہ محبوب الٰہی دارد

(پیر نصیر)

مشمولات

احوال

25-09

شذرات	شیخ ابوسعید محمدی صفوی	10
ابتدائیہ	ذیشان احمد مصباحی	12

بادہ و ساغر

46-27

نظام سلک فرید	حضرت امیر خسرو/حسن ثانی نظامی	28
مدح حضرت سلطان المشائخ	حضرت امیر خسرو/معین نظامی	29
غلام نظامیِ ایم	حضرت حسن علا سجزی/حسن نظامی	41
نظام الدین محبوب الٰہی	احمد جاوید (لاہور)	42
ارمغان دہلی	پروفیسر معین نظامی	44
اک نظر نظام الدین!	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر	46

بادۂ کہنہ

106-47

رسالہ اصول السماع: تحقیق، تخریج، ترجمہ	علامہ فخر الدین زرادی/محمد ذکی	48
سیر الاولیاء: تنقیدی و تحقیقی تدوین و اشاعت کی ضرورت	ڈاکٹر عارف نوشاہی	95

پس منظر

174-107

ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کی آمد و اشاعت	اصغر علی مصباحی	108
سلطان المشائخ کا عہد۔ سیاسی، سماجی اور معاشی تناظر میں	احمد جاوید (پٹنہ)	127
سلطان المشائخ کی والدہ۔ حضرت مائی صاحبہ	عینین علی حق	153
سلطان المشائخ کے پیر و مرشد۔ بابا فرید گنج شکر	نورین علی حق	160

شخص و عکس

431-175

حیات سلطان المشائخ۔ مہد سے لحد تک	ڈاکٹر جہاں گیر مصباحی	176
کیا علامہ بلخی سلطان المشائخ کے استاذ ہیں؟	ضیاء الرحمٰن علیمی	213
سلطان المشائخ - ارباب تاریخ وسیَر کی نظر میں	مفتی محمد رضا قادری	217
سلطان المشائخ رحمت الٰہی کا ایک وسیع شامیانہ	سید سیف الدین اصدق	233
سلطان المشائخ کا خانقاہی نظام	رفعت رضا نوری	245
سلطان المشائخ بطور محدث وفقیہ	غلام مصطفٰی ازہری	277
سلطان المشائخ اور عربی زبان وادب	ضیاء الرحمن علیمی	332
برصغیر کی بعض چشتی نظامی خانقاہیں	ساجد الرحمن مصباحی	399

ملفوظات

524-433

سلطان المشائخ کے اقوال - فوائد الفواد کی روشنی میں	نوشاد عالم چشتی علیگ	434
فوائد الفواد کے چند اہم مباحث - ایک جائزہ	سید قمر الاسلام	444
افضل الفوائد - ایک تعارف	ڈاکٹر شبیب انور علوی	466
راحت القلوب - ایک مطالعہ	حماد رضا مصباحی	482
فوائد الفواد اور لطائف اشرفی - ایک تقابلی مطالعہ	زین العابدین اشرفی	506

خصوصی تحریر

621-525

سماع مزامیر کا فقہی وشرعی مطالعہ (قسط-۲)	ذیشان احمد مصباحی	526

تأثرات

628-623

پیغام	خواجہ سید محمد نظامی	624
جاذب قلب ونظر شخصیت	پروفیسر مسعود انور علوی	626

مکتوبات

643-629

❍ احمد جاوید ❍ سید قمر الاسلام ❍ مفتی میرزا شمشاد احمد بیگ ❍ مولانا رضی احمد مصباحی ❍ سید عینین علی حق
❍ سید نورین علی حق ❍ مفتی آفتاب رشک مصباحی ❍ سیف الدین عیاض رومی

”شیخ عبدالقادر گیلانی و شیخ نظام الدین بدایونی در مقام معشوقی بودند. واللہ! ھمچون نظام الدین بدایونی و عبدالقادر گیلانی در زیر کبود آسمان نیامدہ است و نخواھد آمد.“

شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام معشوقیت پر فائز تھے۔
خدا کی قسم! روئے زمین پر ان حضرات جیسا نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔

حضرت خضر علیہ السلام (۱)

(۱) بروایت شیخ محمد جعفر مکی، خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی، بحر المعانی، مکتوب: ۱۴، ص: ۲۱۳، ۲۱۴

ڈاکٹر جہاں گیر حسن مصباحی

حیات سلطان المشائخ - مہد سے لحد تک

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ ہندوستان میں چشتی سلسلۂ طریقت کے چوتھے عظیم ترین بزرگ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ مؤرخین کے مطابق حضرت شیخ شیوخ العالم خواجہ فریدالدین گنج شکر معروف بہ ''باباصاحب'' قدس سرہٗ نے سلسلۂ چشتیہ کو بکمال وتمام منظم فرمایا اور سلطان المشائخ قدس سرہٗ نے اُس سلسلے کو عروج وکمال بخشا اور ہمہ جہت ترقی عطا فرمائی۔

یکتائے روزگار علما ومشائخ نے آپ کے مقام ومرتبے کا مکمل خیال رکھا ہے اور آپ کے ساتھ اکرام واحسان کا معاملہ فرمایا ہے جیسا کہ شمس الملک حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ جب کوئی اُن کے درس میں ناغہ کرتا/تاخیر سے پہنچتا تو فرماتے کہ مجھ سے ایسی کیا خطا ہوگئی ہے کہ تم نے ناغہ کیا ہے یا دیر سے آئے، لیکن جب کبھی سلطان المشائخ درس میں غیر حاضر رہتے/کسی دن دیر سے درس میں پہنچتے تو شمس الملک رحمہ اللہ آپ سے فرماتے:

آخر کم ازان کہ گاہی گاہی
آئی و بہ ما کنی نگاہی(۱)

ترجمہ: آخر اتنا تو کرو کہ کبھی کبھی آؤ اور ہم پر ایک نگاہِ توجہ ڈال جاؤ۔

دراصل روزِ اول سے ہی سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ مقبولانِ بارگاہ کی صف میں شامل ہو چکے تھے اور کاتبِ تقدیر نے آپ کو اپنا محبوب بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا، بس دنیا میں اس کا ظہور ہونا باقی تھا، چنانچہ اِس فیصلے کا ظہور اُس وقت ہوا جب آپ شیخ کبیر بابا فرید قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ جیسا کہ شیخ محمد اکرام بیان کرتے ہیں کہ شیخ کبیر خواجہ فریدالدین نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ہم نے ایک جال لگایا ہے۔ اُس میں زیادہ تر چڑیاں

(۱) فوائدالفواد، جلد:۲،مجلس:۲۲

آئی ہیں، لیکن اُن میں ایک شہباز بھی آ پھنسا ہے (اور شہباز سے حضرت شیخ کی مراد خواجہ نظام الدین اولیا تھے، جو آپ کی عظمت وجلالت کی روشن دلیل ہے)۔

مزید آپ سے پہلی ملاقات کے وقت شیخ کبیر خواجہ فرید الدین گنج شکر کا اِس طرح فرمانا بھی آپ کی رفعت وبلندی کی واضح دلیل ہے کہ

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ: تیری جدائی کی آگ نے بہت سے دلوں کو کباب کر دیا تھا اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے بہت سی جانوں کو بے قرار ومضطرب کر رکھا تھا۔ (آب کوثر، ص: ۲۲۸)

شیخ جمال الدین ہانسوی رحمہ اللہ اُن مستند بزرگوں میں سے ایک ہیں جن پر شیخ کبیر بابا فرید قدس اللہ سرہٗ کو کامل اعتماد تھا، اور اِس حد تک اعتماد تھا کہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمہ اللہ نے جب مخدوم علاء الدین صابر کلیری کا خلافت نامہ پھاڑ دیا اور یہ خبر شیخ کبیر تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ جمال کا پھاڑا ہوا فرید نہیں سی سکتا۔ لہٰذا مخدوم علاء الدین رحمہ اللہ کو دہلی کے بجائے کلیر کا علاقہ مرحمت ہوا۔ (۱) لیکن جب سلطان المشائخ، شیخ جمال الدین کے پاس خلافت نامے کی تصدیق کے لیے پہنچے تو وہ آپ سے بڑی خندہ روئی کے ساتھ ملے اور بے انتہا مہربانیاں فرمائیں اور یہ شعر پڑھا:

خدائے جہان را ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

ترجمہ: اللہ رب العالمین کا ہزار ہا شکر کہ گوہر، گوہر شناس کے پاس پہنچ گیا۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، ص: ۱۱۶-۱۱۷)

اِن کے علاوہ شیخ نجیب الدین متوکل، شیخ رکن الدین ملتانی، مخدوم جہاں شرف الدین یحیٰ منیری، مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی قدست اسرارہم جیسے عظیم مشائخ نے بھی آپ کے کمال وجمال کا اعتراف کیا ہے اور عظمت کی نگاہ سے آپ کو دیکھا ہے۔

مزید برآں وحیدانِ عصر علما ودانشوروں نے بھی آپ کو عظیم ترین القابات وخطابات سے یاد کیا ہے، جیسا کہ امیر خورد سید محمد کرمانی رحمہ اللہ آپ کا تذکرہ اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

آں برہان الحقائق، آں سرور اولیاے دیں، آں پیشواے اصفیاے عالم یقین، آں عالم علوم ربانی، آں کاشف اسرار رحمانی، آں بظاہر وباطن آراستہ، آں والہ صفات حق جل وعلیٰ، آں عاشق ذات باری تعالیٰ، آں صورت لطافت، آں بکثرت بکامیاں اولیا معروف یعنی سلطان المشائخ نظام الحق والحقیقۃ والشرع

---

(۱) آب کوثر، ص: ۲۲۴

والدین وارث الانبیاء والمرسلین سید سلطان الاولیاء نظام الدین محمد محبوب الٰہی بن سید احمد بن سید علی بخاری چشتی دہلوی قدس اللہ سرہٗ۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، باب اول ص:۹۱، مطبع محب ہند، دہلی، ۱۳۰۲ھ)

طوطی ہند امیر خسرو رحمہ اللہ نے آپ کی شان عظمت کچھ یوں بیان فرمائی ہے:

قطب عالم نظام ملت ودین
کافتاب کمال شد رخ او
وزجنید و زشبلی و معروف
یادگارے است ذات فرخ او

ترجمہ: قطب عالم خواجہ نظام الدین اولیا کا چہرۂ انور کامل آفتاب نما تھا۔ وہ جنید وشبلی اور معروف کرخی (رحمہم اللہ) کی یادگار تھے۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، باب اول ص:۹۱)

شیخ ابو جعفر مکی قدس اللہ سرہٗ بیان فرماتے ہیں کہ یہ فقیر ایک دن حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ دریائے نیل میں کشتی پر سوار تھا۔ اللہ کے محبوب ترین اولیا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، اسی درمیان خضر علیہ السلام نے فرمایا:

''شیخ عبد القادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام معشوقیت پر فائز تھے۔''

پھر اُنھوں نے فرمایا کہ واللہ! نظام الدین بدایونی اور عبد القادر جیلانی کے جیسا اولیا میں نہ کوئی آیا اور نہ کوئی آئے گا۔ (بحر المعانی، ص: ۲۱۳-۲۱۴)

غرض کہ جس طرح گلاب کے وجود پر پھلواری رشک کناں رہتی ہے اور اُس سے جو خوشبوئیں نکلتی ہیں وہ بھی رشک آور ہوتی ہیں۔ بعینہ سلطان المشائخ کی ذات والا صفات ہے کہ آپ کے وجود مسعود پر ایک طرف ایک کائنات نازاں ہے تو دوسری طرف آپ کے فیضان و برکات کا ٹھاٹھیں مارتا ایک سمندر ہے جس میں اپنے بیگانے، جن وبشر، مرد وعورت اور چھوٹے بڑے سبھی غوطہ لگاتے ہیں اور قدرت بھر اپنی اپنی مرادیں پاتے ہیں، اور چوں کہ انبیا و مرسلین بکمال وتمام اُسوہ حسنہ کے مالک ہوتے ہیں اور علمائے ربانی انبیا و مرسلین کے وارث ہوتے ہیں، لہٰذا سلطان المشائخ اِس لحاظ سے بھی قابل صد رشک ہیں کہ آپ کی زندگی بہر صورت اُسوۂ حسنہ کی عکس جمیل نظر آتی ہے اور ہر سطح پر پوری انسانی برادری کے لیے رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

ذیل میں آپ کی سیرت وسوانح پر ایک نظر ڈالی جا رہی ہے:

اہل خاندان اور اُن کی ہندوستان آمد

''بخارا'' وسط ایشیا کا ایک مشہور اور تاریخی شہر ہے۔ یہ شہر ہمیشہ سے علوم وفنون اور زہد وتقویٰ کا منبع وسر چشمہ رہا ہے۔ سلطان المشائخ کے اَجدادِ کرام خواجہ علی حسین بخاری اور خواجہ عرب بخاری اُسی علمی وتہذیبی شہر کے باشندے تھے۔ نیز دونوں تجارت پیشہ بزرگ تھے اور آپس میں برادرانہ رشتہ بھی رکھتے تھے کہ دونوں کے

جداعلیٰ ایک تھے۔ جب منگولوں نے ۱۱۱۵ء میں ’’بخارا‘‘ پر حملہ کیا اور اُس پر اپنا سکّہ جمالیا تو بہت سے خاندان ’’بخارا‘‘ سے ہجرت کر گئے۔ بیشتر خاندان نے ملک ہندوستان کا رُخ کیا کہ اُس وقت ہندوستان دیگر ممالک کے بالمقابل امن وآشتی کا ملک مانا جاتا تھا۔ چنانچہ خواجہ علی حسین بخاری اور خواجہ عرب بخاری بھی ہجرت کر کے ہندوستان پہنچے اور ’’لاہور‘‘ میں قیام کیا۔ اِسی شہر لاہور میں آپ کے والد بزرگوار خواجہ احمد بن خواجہ علی حسین بخاری اور والدہ حضرت بی بی زلیخا بنت خواجہ عرب بخاری پیدا ہوئیں۔ پھر چوں کہ لاہور ایک سرحدی علاقہ تھا اور وہاں آئے دن کچھ نہ کچھ شورشیں اُٹھتی رہتی تھیں اِس لیے کچھ دنوں کے بعد خواجہ علی بخاری اور خواجہ عرب بخاری رحمہا اللہ لاہور سے بھی کوچ کر گئے اور بدایوں پہنچے اور پھر ہمیشہ ہمیش کے لیے بدایوں ہی کو اپنا مستقل مسکن ومستقر بنالیا۔

بدایوں اُس وقت ریاستی وصوبائی مرکز تھا جہاں ممتاز عمائدین سلطنت، علمائے اُمت اور رہبران شریعت رہتے تھے۔ نیز علوم وفنون اور تربیت وتزکیہ کے لحاظ سے بھی اُسے ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اِسی امتیازی وصف کے سبب بدایوں ’’قبۃ الاسلام‘‘ کہلاتا تھا۔ (مقدمہ فوائد الفواد (مترجم)، ص:۳۶)

ولادت باسعادت

خواجہ عرب بخاری علم دوست ہونے کے ساتھ صاحب ثروت بھی تھے، لیکن اولاد کے اعتبار سے غریب واقع ہوئے تھے۔ خواجہ عبداللہ نامی ایک ہی صاحبزادہ اور ایک ہی صاحبزادی بی بی زلیخا اُن کے پاس تھیں۔ اُدھر خواجہ علی بخاری کے لڑکے خواجہ احمد کی شرافت ونجابت نے خواجہ عرب بخاری کو کافی متاثر کیا اور اُنھوں نے اپنی صاحبزادی بی بی زلیخا کا نکاح خواجہ احمد بن علی حسین بخاری کے ساتھ کر دیا، اور پھر ایک دن وہ بھی آگیا کہ بی بی زلیخا اور خواجہ احمد کے گلشن حیات میں ’’سید محمد‘‘ کی کلکاریاں گونج اُٹھیں، یعنی ۲۴ رصفر ۶۳۶ھ/ ۴ راکتوبر ۱۲۳۸ء کو بدھ کے دن ’’بدایوں، محلہ پٹنگی ٹولہ‘‘ میں سلطان المشائخ پیدا ہوئے۔ (نظامی بنسری، ص:۳۸۷)

نام، لقب اور عرفیت

پیدائشی نام ’’محمد‘‘ رکھا گیا، جب کہ لقب وعرف ’’نظام الدین‘‘ سے مشہورِ عالم ہوئے۔ لقب وعرف کے تعلق سے پروفیسر نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں:

> ’’حضرت برہان الدین غریب (م:۷۳۸ھ/ ۱۳۳۷ء) نے فرمایا: ہمارے خواجہ نظام الدین ایک دن بدایوں میں اپنے گھر میں بیٹھے تھے، کسی شخص نے آپ کے سامنے آکر آواز دی: مولانا نظام الدین! حضرت نے سوچا کہ میرا لقب تو ’’نظام الدین‘‘ نہیں ہے، اور اُس گھر میں کوئی دوسرا نظام الدین بھی نہیں ہے، پھر یہ کسے پکار رہا ہے؟ اس کے بعد جب آپ گھر سے باہر نکلے تو جو بھی ملتا تھا، وہ نظام الدین کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ اُس دن سے نظام الدین ہمارے خواجہ کا لقب ہو گیا۔۔‘‘

پھر بعد کے زمانے میں آپ کا لقب نظام الدین والملۃ نظام الاولیاء ہوا، اور آخری ترکیب

میں سے صرف اولیا اسم مبارک کا جزو بن کر رہ گیا۔(۱) ''نظام الدین اولیا'' کے ساتھ ''محبوب الٰہی'' بھی اسم مبارک کا ایک حصہ قرار پایا۔

شجرۂ نسب

آپ نجیب الطرفین حسینی سید ہیں۔آپ کا شجرۂ نسب پدری اور مادری دونوں چوتھی پشت میں سید حسن بن سید میر علی تک پہنچتا ہے اور ایک ساتھ ضم ہوجاتا ہے اور پھر منبع خلائق، جان عالم، سرور کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔مثلاً:

✪ **پدری شجرۂ نسب یہ ہے:** سید خواجہ احمد بن سید خواجہ علی بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید میر علی...

✪ **مادری شجرۂ نسب یہ ہے:** بی بی زلیخا بنت سید خواجہ عرب بن سید محمد بن سید حسن بن سید میر علی بن سید میر احمد بن سید میر ابی عبداللہ بن سید میر علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی امام بن سید علی ہادی تقی بن امام سید محمد جواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن سیدنا امام حسین بن امیر المومنین سیدنا علی و بن سیدہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔(سیر الاولیاء (فارسی)، باب اول، ص: ۹۷-۹۸)

تعلیم وتربیت اور دیگر واقعات

سلطان المشائخ کی والدہ ایک خداترس خاتون تھیں اور اپنے بابا نظام کے رگ و پے میں بھی خداترسی کی خواہاں تھیں اور آپ کی ذات کو خشیت الٰہی کا ایک تناور درخت دیکھنا چاہتی تھیں اس لیے وہ جب بھی اپنے نور نظر سے باتیں کرتیں تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کرتیں جن سے دل میں عشق الٰہی کا جذبہ پیدا ہو، اور دنیاداری کا خاتمہ ہوجائے۔ طفولیت کے زمانے میں بارہا ایسا ہوتا تھا کہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا اور فاقہ کشی پر مجبور ہونا پڑ جاتا۔آپ فرماتے ہیں کہ والدہ ماجدہ کا معمول تھا کہ جس دن ہمارے گھر کچھ کھانے پکانے کو نہ ہوتا تو فرماتیں: ''آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں۔'' مجھے یہ بات سن کر بڑا ذوق آتا۔ایک دن کوئی اللہ کا بندہ ایک تنکہ غلّہ (۲) گھر میں دے گیا، جس سے متواتر کچھ دنوں تک روٹی ملتی رہی، میں تنگ آگیا اور اس آرزو میں رہا کہ والدہ ماجدہ کب یہ فرمائیں گی کہ ''آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں۔'' آخر وہ غلّہ ختم ہوا، اور والدہ ماجدہ نے فرمایا: ''آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں۔'' یہ سن کر مجھے ایسا ذوق اور ایسی فرحت حاصل ہوئی کہ وہ بیان نہیں ہوسکتا۔(سیر الاولیاء (فارسی)، باب اول، ص: ۱۱۳)

سلطان المشائخ نے تقریباً باغ زندگی کی کل پانچ/ چھ بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور آپ شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔امیر خورد سید محمد کرمانی کے مطابق: سلطان المشائخ ابھی کم سن اور نوعمر ہی تھے کہ والد بزرگوار خواجہ احمد بن علی بخاری بیمار پڑ گئے اور ایسے سخت بیمار ہوئے کہ اپنے معبود حقیقی سے

---

(۱) مقدمہ فوائد الفواد، (مترجم) ص: ۷-۳-۸ ۳، بحوالہ نفائس الانفاس قلمی نسخہ، ندوۃ العلماء، لکھنو

(۲) غالباً دس سیر/ دس کیلو اناج، کیوں کہ علاء الدین خلجی کے زمانے میں ایک تنکہ دس سکّہ ہوتا تھا۔

جا ملے اور شہر بدایوں میں مدفون ہوئے، اور اس طرح والد بزرگوار کے وصال کے بعد تعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا معروف بہ مائی صاحبہ رحمہا اللہ کے سر آ گئی۔ چوں کہ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی نیک، پاکباز، دین دار، انتہائی باہمت اور باحوصلہ خاتون تھیں اِس لیے غربت و افلاس اور اقتصادی و مالی دقتوں کے باوجود اُنھوں نے آپ کی تعلیم وتربیت کا کامل انتظام فرمایا اور حصول تعلیم میں آپ کی ہر ممکن معاونت فرمائی۔

آپ کسی قدر بڑے ہو گئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے قرآن کریم پڑھنے کے لیے مکتب میں بٹھایا، اور پھر یہ کہ آپ کا حافظہ قوی اور ذہن سلیم تھا لہٰذا تھوڑی مدت ہی میں قرآن کریم مکمل کر لیا۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۹۵)

اِس طرح ناظرہ تعلیم کی تکمیل آپ نے بدایوں کے ایک مشہور اور بزرگ قاری محترم شادی مقری کی نگرانی میں فرمائی۔ (خواجہ نظام الدین اولیا، ص:۵۹)

اس کے بعد صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں بھی محلے ہی کی مسجد میں پڑھیں۔ نیز اَوسط درجے کی کتابوں کا درس بدایوں کے ممتاز علما سے لیا۔ اُن میں سب سے نمایاں شخصیت مولانا علاء الدین اصولی کی تھی۔ اُن سے دوسری کتابوں کے علاوہ فقہ کی مشہور کتاب ''قدوری'' کا درس بھی لیا۔ (مقدمہ فوائد الفواد (مترجم)، ص:۳۹)

دستار بندی اور بشارت عظمیٰ

سلطان المشائخ قدوری جیسی فقہ کی معتبر اور بڑی کتاب ختم کرنے والے تھے کہ شفیق وکریم اُستاذ مولانا علاء الدین اُصولی نے کہا: چوں کہ تم ایک معتبر اور عظیم کتاب مکمل کرنے والے ہو، لہٰذا تمھیں اپنے سر پر دستار باندھنی چاہیے۔ جب آپ نے یہ قصہ اپنی مشفقہ والدہ کو بتایا تو اُنھوں نے اپنے دست خاص سے سوت کاتا، اُسے بنوایا اور ایک دستار تیار کی۔ پھر آپ نے کتاب مکمل کر لی تو والدہ ماجدہ نے ایک عمدہ دعوت کا اہتمام کیا اور چند بزرگان دین اور علمائے اہل یقین کو اُس مبارک تقریب میں مدعو کیا۔ اس مبارک تقریب میں شیخ جلال الدین تبریزی (متوفی: ۶۴۱ھ) کے مرید خواجہ علی (۱) بھی شریک تھے۔ یہ اُس وقت کے مشہور ومعروف باکرامت بزرگ تھے۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ اپنے ہاتھ میں دستار لیے تشریف لائے تاکہ تقریب میں موجود بزرگان دین کے سامنے دستار بندی کی رسم ادا ہو۔ چنانچہ خواجہ علی نے دستار کا ایک سرا خود اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا سرا آپ کے ہاتھ میں دیا، پھر آپ نے اپنے سر پر دستار باندھی۔ اِس سے پہلے آپ نے خواجہ علی رحمہ اللہ کے قدم پر اپنا سر مبارک رکھا، خواجہ علی نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمھیں علمائے دین کے زمرے میں شامل کرے اور اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔ اس کے بعد آپ نے محفل میں شریک دوسرے صادقین کی بھی قدم بوسی

---

(۱) بدایوں میں خواجہ علی نام کے دو بزرگ تھے، ایک کا نام علی مولا بزرگ تھا اور ایک کا نام علی مولا خورد، اور سلطان المشائخ قدس سرہٗ کی محفل دستار میں جو مدعو تھے وہ علی مولا بزرگ تھے۔ (خیر المجالس، مجلس:۵۶)

فرمائی اوراُن بزرگوں سے دعائیں حاصل کیں۔(سیر الاولیاء(فارسی)،باب:۱،نکتہ:۳،ص:۹۵-۹۶)

خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی بیان کرتے ہیں کہ دستار باندھنے کے بعد سلطان المشائخ نے اپنا سرکئی بار مولانا کے قدموں پر رکھا۔علی مولا نے جب یہ ادب وآداب دیکھاتو (مولانا علاء الدین اُصولی سے) ہندوی زبان میں کہا:''ارے مولانا! یہ بڈا ہوسی۔''یعنی اے مولانا! یہ مرد بزرگ ہوگا۔پھر دوبارہ فرمایا:''یہ نیک اور بزرگ ہوگا۔'' مولانا علاءالدین اُصولی نے اُن سے پوچھا: آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ''یہ بزرگ ہوگا۔'' اُنھوں نے فرمایا کہ میں اس میں دوچیزیں دیکھ رہاہوں، اور ہندوی زبان میں کہا:ایک یہ کہ''جو منڈا سا باندھی سو پائن نہ پسری؟''یعنی جو اپنے سر پر دستار باندھ رکھا ہو وہ کسی کے قدموں پر کیسے گرسکتا ہے؟ اور دوسرے یہ کہ اس کی دستار ریشم کی نہیں بلکہ اُس کی دستار سادہ ہے،لہٰذا یہ بزرگ ہوگا۔(خیر المجالس(فارسی)،مجلس:۵۶)

اورخواجہ علی مولا (۱) کی بشارت اوراُن کی دعا کی تکمیل یوں ہوئی کہ سلطان المشائخ نے علم وعرفان اور تزکیہ وتصفیہ کی ایک ایسی نہر جاری فرمائی کہ جس میں شاہ وگدا،اَمیر وغریب اورسیہ کاروگنہگار سبھی اُس زمانے میں بھی غوطہ لگاتے تھےاور آج بھی غوطہ لگاتے ہیں اورطہارت وتقویٰ کی اعلیٰ ترین نعمت پاکر باہر نکلتے ہیں۔

دستار کے بعدبھی سلطان المشائخ نے بدایوں میں مزید تعلیمی سلسلہ جاری رکھااور مولانا علاء الدین اصولی رحمہ اللہ سے علم لغت کی تعلیم حاصل فرمائی۔

مشائخ بدایوں سے استفادہ

سلطان المشائخ قدس سرہٗ بدایوں میں تقریباً سولہ سال کی عمر تک حصول تعلیم میں مشغول رہے، اور اِس دوران آپ نے موقع بہ موقع وہاں کے متعدد علما ومشائخ سے استفادہ بھی فرمایا،مثلاً:

---

(۱) خواجہ علی مولا اَہیر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔جس وقت شیخ جلال الدین تبریزی بدایوں پہنچے تو ایک گھر میں قیام کیا۔علی مولا اپنے سر پر دہی کا مٹکا رکھے اُدھر سے گزرے۔شیخ تبریزی دروازے پر بیٹھے تھے۔جب علی مولا کی نظر شیخ تبریزی پر گئی تو دہی کا مٹکا اپنے سر اُتار کر شیخ کے سامنے رکھ دیا اوراُن کے قدموں پر گر پڑے۔شیخ نے اُن کے دہی کو قبول فرمایا، دوستوں کو طلب کیا اور پیالہ وچمچہ منگوایا، پھر سب نے ایک ساتھ اُس دہی میں سے کھایا۔اس کے بعد شیخ نے علی مولا سے گھر لوٹ جانے کے لیے کہا۔اس پر علی مولا نے کہا کہ میں کہا جاؤں؟ مجھ کو کلمہ پڑھائیں تاکہ میں مسلمان ہوجاؤں۔شیخ نے کلمہ پڑھایا اور علی مولا مسلمان ہوگئے۔پھر اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس بکثرت مال ہے، حکم ہوتو گھر جاؤں اوراُس میں سے کچھ اپنی اہلیہ کو دے آؤں، اور باقی مال آپ کی خدمت میں لے آؤں، تاکہ آپ جس کام میں چاہیں اُسے خرچ کریں۔شیخ نے کہا: اچھا جاؤ۔علی مولا گھر گئے اوراپنی اہلیہ سے کہا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں، توبھی مسلمان ہوتی ہے یا نہیں؟ اس پراُن کی اہلیہ اُنھیں بُرابھلا کہنے لگی اور بولی: میں مسلمان نہیں ہوتی۔علی مولا نے اپنا جمع شدہ مال لے لیا اوراُس میں سے کچھ اپنی اہلیہ کو دے کر کہا: آج کے بعد تو میری ماں اور بہن جیسی ہے،اب تیرا میرا کچھ تعلق ورشتہ نہیں۔پھر اپنے مال کے ساتھ شیخ کے پاس آگئے۔شیخ نے فرمایا کہ مال اپنے پاس رکھو،اور جس جگہ پر میں کہوں خرچ کرو۔حضرت علی مولا زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے،فقط پنج وقتہ نماز ادا کرلیا کرتے تھے مگر اعلیٰ مقام پر فائز تھے، تمام علما ومشائخ اُن سے فیض حاصل کیا کرتے اوراُن کی قدم بوسی کیا کرتے تھے۔(خیر المجالس (فارسی)،مجلس:۵۶)

۱۔شیخ نظام الدین ابوالموید (متوفی:۶۷۲ھ):عظیم بزرگ اور مستجاب الدعوات درویش تھے۔ان کی بزرگی سے متعلق سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک بار برسات نہیں ہوئی۔اُن سے اصرار کیا گیا کہ بارش کے لیے دعا فرمائیں۔وہ منبر پر آئے۔بارش کی دعا پڑھی اور آسمان کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا: یا اللہ! اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں آئندہ کسی آبادی میں نہیں رہوں گا۔'' اور منبر سے اُتر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش فرمادی۔اس کے بعد سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے ملاقات کی اور یہ بات کہی کہ ہمارا آپ کے بارے میں پختہ اعتقاد ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کو حق تعالیٰ سے پورا نیاز حاصل ہے۔لیکن یہ آپ نے کیا کہا کہ اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں آئندہ کسی آبادی میں نہیں رہوں گا۔اگر بارش نہ ہوتی تو آپ کیا کرتے؟ شیخ نظام الدین ابوالموید نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ اللہ بارش برسائے گا۔اس پر سید قطب الدین نے دریافت کیا کہ آپ یہ کیسے جانتے تھے؟ بولے کہ ایک بار میر سید نورالدین مبارک نوراللہ مرقدہٗ سے شمس الدین (التمش) کے سامنے اونچی اور نیچی جگہ بیٹھنے کے لیے جھگڑا ہوا تھا۔میں نے ایسی باتیں کہی تھیں جن سے ان کو تکلیف ہوئی تھی۔ جس وقت مجھ سے بارش کی دعا کے لیے کہا گیا تو میں اُن کے روضے پر گیا اور کہا کہ مجھ سے بارش کی دعا کے لیے کہا گیا ہے اور آپ مجھ سے رنجیدہ ہیں۔اگر آپ مجھ سے راضی ہوجائیں تو میں دعا مانگوں اور اگر آپ راضی نہیں ہوں گے تو میں دعا نہیں مانگ سکوں گا۔اُن کے روضے سے آواز آئی کہ میں نے آپ سے صلح کرلیا، آپ جائیں اور دعا مانگیں۔(فوائدافواد، جلد:۴، مجلس:۴۶)

شیخ نظام الدین انتہائی اچھے واعظ بھی تھے اور اُن کا وعظ بڑا ہی پُرتاثیر ہوتا تھا۔ایک بار خواجہ امیر حسن سجزی نے سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ آپ نے اُن کا وعظ سنا ہے؟ فرمایا کہ ہاں! لیکن میں اُن دنوں بچہ تھا۔معانی کی سمجھ کچھ خاطر خواہ نہیں تھی۔ایک دن اُن کے وعظ میں پہنچا تو اُنھیں دیکھا کہ مسجد میں آئے اور جوتیاں جو پیروں میں پہن رکھی تھیں، اُتار کر ہاتھ میں لے لیں اور مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی۔میں نے کسی کو نماز میں اُن کی طرح نہیں دیکھا۔دو رکعتیں بڑے آرام سے پڑھیں اور منبر پر تشریف لے گئے۔ایک قاری تھے جنھیں قاسم کہتے تھے، اچھا پڑھتے تھے۔اُنھوں نے ایک آیت پڑھی۔

اس کے بعد شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے آغاز فرمایا (اور ایک رباعی یہ کہہ کر پڑھی) کہ میں نے اپنے بابا کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ابھی اُنھوں نے دوسرا فقرہ بھی نہیں کہا تھا کہ پہلے فقرے ہی کا لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ سب رونے لگے۔اُس وقت اُنھوں نے یہ دو مصرعے پڑھے:

بر عشق تو و بر تو نظر خواہم کرد
جاں در غمِ تو زیر و زبر خواہم کرد(۱)

---

(۱) فوائدافواد، جلد:۴، مجلس:۴۶

میں تمھیں اور تمہارے عشق کو دیکھوں گا اور تمہارے غم میں اپنی جان کو زیروزبر کردوں گا۔

۲۔قاضی القضاۃ قاضی منہاج سراج (۶۴۳- ۷۱۲ھ): قاضی موصوف خلیق انسان، جلیل القدر درویش اور مشہور زمانہ عالم وفاضل تھے۔ وجدوسماع کا خاصہ ذوق رکھتے تھے۔ جب آپ قاضی شہر ہوئے تو سماع کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ خواجہ امیر حسن سجزی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ قاضی منہاج بڑے صاحب ذوق انسان تھے۔ ایک بار شیخ بدرالدین غزنوی رحمہ اللہ کے گھر اُنھیں بلایا گیا اور وہ دن سوموار کا تھا۔ اُنھوں نے وعدہ کیا کہ وعظ سے فراغت کے بعد آجاؤں گا۔ غرض کہ جب وعظ سے فراغت مل گئی تو وہاں پہنچے اور محفل سماع میں شریک ہوئے اور دستار اور لبادہ جو پہن رکھا تھا اُسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اُس وقت شیخ بدرالدین غزنوی کی نظم جو اُنھوں نے ''آتش گرفت'' کی ردیف میں کہی ہے، وہ پڑھی جارہی تھی، اور ایک دوشعر زبان سے ارشاد فرمائے، اُن میں سے یہ شعر یاد رہ گیا:ے

نوحہ میکرد بر من نوحہ گر در مجمعے
آہ ازیں سوزم برآمد نوحہ گر آتش گرفت (۱)

ترجمہ: ایک نوحہ گر لوگوں کے سامنے مجھ پر نوحہ کررہا تھا۔ آہ! اُس سے میرا سوز ایسا نکلا کہ نوحہ گر کے اندر بھی آگ بھڑک اٹھی۔

قاضی منہاج پیر کے دن وعظ بھی دیا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں تقریباً ہمیشہ اُن کی مجلس وعظ میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے یہ شعر پڑھا:

لب بر لب لعل دلبراں خوش کردن
واہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش است ولیک فردا خوش نیست
خود را چوں خسی طعمہ آتش کردن(۲)

ترجمہ: حسین معشوقوں کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھنا اور اُن کے بکھرے زلفوں سے کھیلنا آج تو بہت اچھا لگتا ہے لیکن کل اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ جب خود کو گھاس کی مانند آگ (جہنم) کا لقمہ بنانا ہوگا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار کچھ اس طرح پڑھے کہ مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور بڑی دیر تک میں بے خود رہا۔

غرض کہ قاضی منہاج سراج فقط ایک صاحب ذوق مرد اور سماع کے دلدادہ نہ تھے بلکہ وہ ایک تجربہ کار

---

(۱) فوائد الفواد، جلد:۴، مجلس:۴۶

(۲) اخبار الاخیار (فارسی)، طبقہ:۲، ص:۱۵۲

شخص اور وسیع النظر انسان اور اُمورِ مملکت میں پوری دسترس رکھنے والے تھے۔

۳۔خواجہ شاہی موئے تاب: بدایوں کے مشہور مجذوب درویشوں میں سے ایک تھے۔قاضی حمید الدین ناگوری شیخ شاہی موئے تاب کو''روشن ضمیر'' کہا کرتے تھے۔سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ بدایوں میں ایک بزرگ تھے جن کو شیخ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا تھا۔ایک دفعہ اُن کے دوست اُنھیں سیر و تفریح پر باہر لے گئے اور کھیر پکائی۔جب کھانا سامنے لگایا گیا تو خواجہ شاہی موئے تاب بولے کہ اس کھانے میں خیانت ہوئی ہے۔شاید دو آدمیوں نے اس میں سے کچھ دودھ دوستوں کے سامنے لانے سے پہلے پی لیا تھا اور یہ درویشوں میں بڑی خطا سمجھی جاتی تھی۔غرض کہ جب خواجہ شاہی نے کہا کہ ایسا کیوں ہوا کہ دوستوں کے سامنے کھانا لانے سے پہلے کسی نے اس میں سے کچھ کھالیا، تو وہ بولے کہ دیگ میں سے دودھ ابل کر باہر گر رہا تھا۔ہم نے تو باہر گرنے والے دودھ کو لیا ہے اس کا کیا کرتے ، گرنے دیتے؟ ناچار اُسے پی لیا۔خواجہ شاہی نے کہا کہ نہیں!! اس طرح سے دودھ پینا غلط تھا، بہتا تھا تو بہنے دیتے۔چنانچہ اُن کا یہ عذر نہیں سنا گیا، وہ پیچھے چلے گئے۔وہاں دھوپ تھی۔دھوپ میں کھڑے ہو گئے۔یہاں تک کہ اُن کا پسینہ بہہ بہہ کر گرنے لگا۔اُس وقت خواجہ شاہی نے کہا کہ حجام بلاؤ۔پوچھا گیا کہ آپ کیا کریں گے؟ جواب دیا کہ جس قدر پسینہ میرے دوستوں کا بہا ہے، اس سے کہوں گا کہ اتنا خون میرا نکال دے۔

سلطان المشائخ جب اس بات پر پہنچے تو فرمایا کہ شاباش!! محبت ہو تو ایسی ہو، اور انصاف کا خیال رکھا جائے تو اس طرح رکھا جائے۔(فوائد الفواد، جلد:۳،مجلس:۲)

وہ کس بلند پایہ بزرگ تھے اس تعلق سے سلطان المشائخ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ کو بیماری لاحق ہوئی تو اُنھوں نے خواجہ شاہی موئے تاب کو بلوایا اور کہا کہ کچھ دعا کرو کہ میری صحت اچھی ہو جائے۔خواجہ شاہی نے کہا کہ آپ تو خود بزرگ ہیں، مجھ سے یہ فرمائش کیوں کر رہے ہیں؟ میں تو ایک بازارو آدمی ہوں مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ کہیں۔شیخ نظام نے اُن کی ایک نہ سنی اور کہا کہ تم دعا کرو اور توجہ کرو تا کہ میں صحت پا جاؤں۔خواجہ شاہی بولے کہ اچھا تو پھر میرے دو دوستوں کو بھی بلا لیجیے۔اُن میں سے ایک کا لقب شرف تھا جو بڑا صالح مرد تھا اور دوسرا ایک درزی تھا۔غرض کہ دونوں بلائے گئے۔خواجہ شاہی اُن دونوں سے بولے کہ شیخ نظام الدین نے مجھے اس کام کا حکم دیا ہے، اب تم میرا ساتھ دو۔شیخ کے سر سے سینے تک میرے ذمے، نیچے کے اعضا سینے سے ایک پاؤں تک ایک کے ذمے اور دوسرے پیر تک دوسرے کے ذمے۔اس طرح اُن تینوں نے توجہ دینی شروع کی اور شیخ نظام الدین کی بیماری صحت میں بدل گئی۔(فوائد الفواد، جلد:۳،مجلس:۲)

بدایوں میں مخلوق کی ایک بڑی تعداد خواجہ شاہی کی طرف رجوع کرتی تھی۔سب لوگ اُن کے پاس عقیدت سے آتے تھے، اور جہاں بھی جاتے بھیڑ لگ جاتی تھی۔شیخ شاہی کا رنگ سیاہ تھا۔اسی زمانے میں ایک درویش مسعود نخاسی بدایوں میں رہتے تھے۔جب وہ خواجہ شاہی کو مجمع اور بھیڑ کے ساتھ دیکھتے تو کہتے:

''کلومیاں! تم نے حمام خوب گرم کر رکھا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جل جاؤ۔''

اور ایک دن ہوا بھی ایسا ہی کہ خواجہ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ ایام جوانی میں جل گئے اور اُسی کے سبب ۶۳۲ھ/ ۱۲۴۳ء میں فوت ہوئے۔ (فوائد الفواد، جلد: ۴ مجلس: ۳۶)

۴۔ خواجہ عزیز کرکی: باکمال درویش اور بدایوں کے کوتوال تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ درویشوں کا نیاز مند بڑا ہی خوب شخص تھا۔ وہ کرک کے رہنے والے تھے، اسی لیے کرکی کہلائے۔ شیخ ضیاء الدین کا مرید تھے جو بدایوں میں رہتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سردی کی راتوں میں گرم تنور کے اندر اتر جاتے اور دوسرے دن صبح باہر نکلتے تھے۔

مزید فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بدایوں کی امریوں (آموں کے باغوں) کی طرف جسے لکھی آلو کہتے ہیں، گیا ہوا تھا۔ یہ عزیز کوتوال ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا اور دسترخوان بچھا رکھا تھا۔ جب اُس نے مجھے دور سے دیکھا تو آواز دی اور کہا کہ مرحبا آیئے! میں ڈرنے لگا کہ کہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ جب میں اُس کے پاس گیا تو مجھے پوری تعظیم کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھایا۔ کھانا کھا کر میں واپس آ گیا۔ (فوائد الفواد، جلد: ۴ مجلس: ۳۶)

اِن مشائخ عظام کے علاوہ بھی آپ نے دیگر معروف و غیر معروف قدسی صفات بزرگوں اور مجاذیب سے ملاقات کی اور اُن کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا۔ مثلاً: خواجہ مسعود نخاسی، شیخ ابوبکر موئے تاب، عزیز بشیر، شیخ شوریدہ وغیرہ۔ اِن تمام بزرگوں کا تذکرہ فوائد الفواد میں ملتا ہے۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی کا سفر

سلطان المشائخ نے بدایوں میں ناظرہ سے ابتدائی فقہ اور علم لغت تک کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۶۵۲ھ/ ۱۲۵۴ء میں ''دہلی'' کا رُخ کیا جو علم و فضل اور کمال و ہنر کا ممتاز مرکز بنا ہوا تھا اور یوں سولہ سال کی عمر میں آپ بدایوں سے دہلی آ گئے۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، باب اول، ص: ۹۷-۹۸)

جس عہد میں آپ دہلی پہنچے وہاں سلطان ناصر الدین محمود کی حکومت قائم تھی اور غیاث الدین بلبن عہدۂ وزارت پر فائز تھا۔ اُس وقت دہلی میں بڑے بڑے نامور اساتذۂ فن موجود تھے۔ اُن میں شمس الملک مولانا شمس الدین استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے تھے اور سلطنت کے اہم ترین امور میں مصروفیت و مشغولیت کے باوجود اُس زمانے کے علما کی طرح درس و تدریس کا مشغلہ بھی جاری رکھے ہوئے تھے، چنانچہ آپ حضرت مولانا شمس الدین کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے (۱) اور اُن سے خوب علمی و فنی استفادہ کیا، مثلاً اُن سے ''مقامات حریری'' پڑھی جو عربی ادب کی مشہور ترین کتاب ہے اور قاسم بن علی بن محمد حریری بصری کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ماہر حدیث وحید عصر مولانا کمال الدین زاہد رحمہ اللہ (۶۸۴ھ) سے

---

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت، جلد: ۳، باب: ۲، ص: ۵۶

''مشارق الانوار'' پڑھی جو ایک ہندوستانی عالم مولانا رضی الدین صغانی (م:۶۵۰ھ/ ۱۲۵۲ء) کا مرتب کردہ عظیم مجموعہ ہے۔ یہ اولین ایسا مجموعہ ہے جس میں ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' سے حذف اسناد کے ساتھ دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۴۶) احادیث جمع ہیں۔ ''مشارق الانوار'' برصغیر میں اپنے زمانے کا بہت ہی معروف و مشہور اور معتبر و معتمد مجموعہ ہے۔ (آب کوثر،ص:۲۲۹)

سلطان المشائخ نے دہلی میں تقریباً تین - چار سال تک مسلسل حصول تعلیم کے لیے جدو جہد کیا اور تمام علوم متداولہ میں بکمال و تمام وافر حصہ پایا۔ یہاں تک کہ دورانِ طالب علمی ہی میں آپ ''بحاث'' اور ''محفل شکن'' جیسے مقتدر خطابات سے مشہور و معروف ہو گئے تھے۔ (سیر الاولیاء (فارسی)،ص:۱۰۱)

شیخ کبیر بابا فرید سے تحصیل علم

سلطان المشائخ نے کچھ کتابوں کا درس باضابطہ طور پر شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر سے بھی لیا۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے چھ سیپارے شیخ کبیر قدس اللہ سرہٗ العزیز سے پڑھے ہیں اور تین کتابیں اور بھی پڑھی ہیں۔ ایک کتاب کو سنا ہے اور دو پڑھی ہیں۔ جس دن میں نے یہ درخواست کی کہ میں آپ سے قرآن پڑھنا چاہتا ہوں تو فرمایا کہ پڑھو۔ اس کے بعد جمعہ کے دن عصر کے وقت تک جب کہ فرصت رہتی تھی، میں کچھ پڑھا کرتا۔ غرض کہ چھ سیپارے شیخ سے پڑھ لیے۔ جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو مجھ سے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھو۔ جب میں نے پڑھنا شروع کیا اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر پہنچا تو فرمایا کہ ''ضاد'' کو اس طرح پڑھو جیسے میں پڑھتا ہوں۔ ہر چند کہ میں نے چاہا کہ اسی طرح پڑھوں جیسے شیخ پڑھ رہے ہیں، لیکن نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا کہ کیسی فصاحت اور بلاغت تھی۔ حضرت ''ضاد'' کو اِس طرح پڑھتے تھے کہ کوئی اور نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس وقت فرمایا کہ ''ضاد'' خاص رسول علیہ السلام پر نازل ہوا ہے۔ دوسروں کے لیے نہیں تھا۔ پھر فرمایا کہ رسول علیہ السلام کو ''رسول الضاد'' کہتے ہیں۔ پھر اِن الفاظ میں ذکر فرمایا کہ ''رسول الضاد'' یعنی وہ جن پر ''ضاد'' نازل ہوا۔ واللہ اعلم (۱)

پھر شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی:۶۳۲ھ) کی مشہور تصنیف ''عوارف المعارف'' کے چھ ابواب اور عقائد میں حضرت ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی کی کتاب ''التمہید فی بیان التوحید'' اول سے آخر تک سبق در سبق آپ نے شیخ کبیر بابا فرید قدس سرہٗ سے پڑھی۔ (۲) اس کے علاوہ شیخ حمید الدین ناگوری (م:۶۴۳ھ/ ۱۲۵۴ء) کی تصنیف ''لوائح'' کا درس بھی اُن سے لیا۔ (مقدمہ فوائد الفواد (مترجم)،ص:۶۳)

شیخ کبیر اور لذت حسن بیاں

شیخ کبیر کے درس میں آپ کو جو لذت و لطف ملتا تھا ایک زمانہ گزر جانے کے بعد بھی آپ اُسے محسوس

---

(۱) (فوائد الفواد، جلد:۴، مجلس:۳۲)

(۲) سیر الاولیاء (فارسی)،ص:۱۰۵

کرتے رہے۔ فرماتے ہیں: میں نے عوارف کے پانچ ابواب شیخ کبیر فریدالدین سے پڑھے ہیں۔ آپ جو نکات اور حقائق و معارف بیان فرماتے تھے اس طرح کا بیان کسی اور سے ہرگز ممکن نہیں۔ بارہا لوگ شیخ کے حسن بیان میں پوری طرح سے محو ہوجاتے، اور دل چاہتا کہ اگر اُسی وقت دم نکل جائے تو بڑا ہی اچھا ہو۔(۱) پیر و مرشد سے درس لینے کا یہ واقعہ میرے خیال سے پہلے سفر میں ہی پیش آیا ہوگا۔

ملازمت کا ارادہ اور شیخ متوکل کا جواب

چوں کہ سلطان المشائخ کے گھریلو حالات انتہائی عسرت میں گزر رہے تھے، اس لیے جب آپ نے اپنا رسمی تعلیمی کورس مکمل کرلیا تو والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ جاؤ اب ملازمت کے لیے کوشش کرو، تاکہ گھریلو حالات میں کچھ آسانی پیدا ہوجائے اور معاشی تنگی دور ہو۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں: ایک دن میں شیخ نجیب الدین متوکل کی خدمت بیٹھا تھا۔ میں اُن سے مخاطب ہوا، اور عرض کیا کہ ایک مرتبہ اس نیت سے سورہ فاتحہ پڑھیں کہ میں قاضی بن جاؤں۔ شیخ نجیب الدین خاموش رہے۔ مجھے ایسا لگا کہ شاید سن نہیں پائے ہیں۔ دوسری بار عرض کیا کہ ایک مرتبہ اس مقصد سے سورہ فاتحہ پڑھیں کہ میں کسی جگہ کا قاضی بن جاؤں۔ پھر بھی اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر جب میں نے تیسری بار عرض کیا تو اُنھوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''قاضی مشو چیزی دیگر شو۔'' یعنی قاضی نہ بنو کچھ اور بنو۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل کو قضا کے کام سے کس قدر نفرت تھی کہ اس کے لیے فاتحہ پڑھنا بھی گوارا نہ کیا۔(۲) اُس کے بعد آپ نے بھی عہدۂ قضا (جسٹس بننے) کا خیال دل سے بالکل نکال دیا۔

شیخ کبیر بابا فرید سے غائبانہ عشق

سلطان المشائخ قدس سرہٗ جب بدایوں میں زیر تعلیم تھے تو اُسی زمانے میں آپ کو شیخ کبیر بابا فرید سے جنون کی حد تک عشق ہوگیا۔ اِس تعلق سے آپ نے خود ہی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں کم و بیش بارہ سال کا رہا ہوں گا۔ لغت پڑھتا تھا۔ ابوبکر خراط (قوال) نامی ایک شخص میرے استاذ کی خدمت میں آیا اور اُس نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے کہا کہ اُن کے یہاں کی چکی پیسنے والی خادمائیں بھی ذکر کرتی ہیں اور اسی طرح کی بہت ساری اچھی اچھی باتیں بیان کیں مگر میرے دل پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ اُس نے پھر کہنا شروع کیا کہ میں وہاں سے اجودھن گیا اور ایسے ایسے بادشاہ (بابا فرید) کو دیکھا۔

غرض کہ شیخ فریدالدین قدس سرہٗ کے مناقب سنتے تو میرے دل میں اُن کی سچی محبت اور ارادت بیٹھ گئی۔ حال یہ ہوگیا کہ ہر نماز کے بعد میں دس بار کہتا: شیخ فریدالدین اور دس بار کہتا: مولانا فریدالدین۔ پھر یہ محبت ایسی

---

(۱) فوائد الفواد، جلد:۲، مجلس:۲۶

(۲) فوائد الفواد، جلد:۲، مجلس:۲۶

بڑھی کہ میرے سارے دوستوں کو خبر ہو گئی اور یہ ہونے لگا کہ اگر مجھ سے کچھ پوچھتے اور چاہتے کہ مجھے قسم دیں تو کہتے: شیخ فرید کی قسم کھاؤ۔ (فوائد الفواد، جلد: ۴، مجلس: ۲۲)

پھر بدایوں سے دہلی سفر کے دوران عوض نامی ایک بوڑھے شخص ہمراہی رہے۔ راستے میں اگر شیر، چور اور اُچکے کا خطرہ لاحق ہوتا تو وہ کہتے: اے پیر! تشریف لائیں اور اے پیر! ہم آپ کی پناہ میں یہ دشوار گزار گھاٹیاں طے کر رہے ہیں۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ پیر سے آپ کی مراد کیا ہے؟ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ میں شیخ شیوخ العالم فرید الدین سے کہہ رہا ہوں۔ یہ سن کر میرے دل میں شیخ شیوخ العالم کی محبت اور زور پکڑ گئی۔ غرض کہ ہم دہلی پہنچے اور شیخ کے برادر اصغر شیخ نجیب الدین متوکل رحمہ اللہ کے پڑوس میں اترے۔ (۱) شیخ نجیب الدین متوکل رحمہ اللہ کی صحبت وسنگت نے بھی شیخ کبیر کی محبت کے اضافے واستحکام میں سونے پہ سہاگہ کا کام کیا اور وہ آپ کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئے کہ اُنھوں نے آپ کی مشفقانہ سرپرستی فرمائی۔ پھر اُن کے بے نظیر کردار، خدا ترسی، توکل واستغنا، شان فقر ودرویشی اور تحصیل علم کے شوق نے آپ کی ذہنی تربیت اور تشکیل مزاج میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

دہلی سفر کی یہ حکایت سلطان المشائخ نے خواجہ امیر حسن سجزی سے بھی بیان فرمائی جس میں اتنا اضافہ ہے کہ اِس سفر میں ایک دوسرے شخص بھی ساتھ رہے جن کا نام مولانا حسین خنداں تھا، اور بقول سلطان المشائخ:

''مقصود این حکایت این مقرر شد کہ چون خدا تعالیٰ این دولت روزی می کند، این چنین اسباب پیدا می شود۔'' (۲)

یعنی اِس حکایت کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دولت قسمت میں لکھی تھی، اس لیے اس طرح کے اسباب پیدا ہو گئے۔

دورانِ تعلیم بے چینی اور اضطرابی کیفیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ سلطان المشائخ پورے انہماک سے طلب علم میں مصروف تھے اور ہر طرح کی سستی اور کاہلی سے پاک وصاف تھے لیکن اس کے باوجود آپ کا دل مضطرب رہتا اور طبیعت اکثر وبیشتر متوحش ہو جاتی تھی۔ ایک دن فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں جب لوگوں کے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا تھا، ہمیشہ دل پر مجھے گرانی محسوس ہوتی تھی باوجود یکہ میں سب کے ساتھ حصول علم اور بحث ومباحثہ میں مشغول رہتا۔ میں دوستوں سے اکثر کہا کرتا تھا کہ میں ہمیشہ تمہارے درمیان نہیں رہوں گا، میں کچھ ہی دنوں تک تمہارے یہاں کا مہمان ہوں۔

خواجہ امیر حسن بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ قصہ شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت میں حاضر

(۱) سیر الاولیاء (فارسی)، ص: ۱۰۰

(۲) فوائد الفواد، جلد: ۴، مجلس ۲۲

ہونے سے پہلے کا ہے؟ فرمایا: ہاں! (تاریخ دعوت وعزیمت، جلد: ۳، باب: ۲، ص: ۵۸)

سلطان المشائخ کے اساتذہ

ا۔ شادی مقری: مشہور عالم خواجگی مقری لاہوری کے مرید صادق تھے اور قراءت سبعہ کے ماہر تھے۔ صاحب دل اور ولی صفت انسان تھے۔ اُن سے جو کوئی بھی ایک صفحہ قرآن پڑھ لیتا تھا اُسے حفظ قرآن کی دولت نصیب ہوجاتی تھی۔ جیسا کہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں:

شادی مقری کو سات قرأتوں کے ساتھ قرآن یاد تھا۔ باصلاحیت اور صاحب کرامت تھے۔ اُن کی ایک کرامت یہ تھی کہ جو بھی اُن سے ایک صفحہ قرآن پڑھ لیتا اللہ تعالیٰ اُسے پورا قرآن پڑھنا میسر فرماتا۔ میں نے بھی اُن سے ایک سیپارہ پڑھا تھا اور اُس کی برکت سے قرآن یاد ہوگیا۔(۱) شادی مقری کا وصال ۶۵۸ھ کو بدایوں میں ہوا۔

۲۔ مولانا علاء الدین اصولی: نہایت زندہ دل اور صاف دل آدمی تھے۔ البتہ! اُنھوں نے کسی کا ہاتھ نہیں پکڑا تھا۔ اگر کسی سے مرید ہوجاتے تو کامل حال شیخ ہوتے۔ جس وقت مولانا علاء الدین بچے تھے اور بدایوں کی گلیوں میں سے کسی گلی میں جارہے تھے تو شیخ جلال الدین تبریزی گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے۔ جب اُن کی نظر مولانا پر پڑی تو اُن کو بلایا اور جو لباس خود شیخ تبریزی پہنے ہوئے تھے، وہ اُن کو پہنا دیا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ (مولانا اصولی کے) سارے اوصاف اور اخلاق اُسی کی برکت سے تھے۔

مزید مولانا علاء الدین کی دانشمندی اور بحث کے دوران انصاف پیش نظر رکھنے کی بابت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مشکل لفظ آتا، یا اس کے کسی نکتے کا جواب دیتے تو یہ بھی کہتے کہ میری تسلی کے مطابق یہ معنی حل نہیں ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں کہیں اور بھی بحث وتحقیق کر لینا۔ یہ کیسے انصاف کی بات ہے!! کچھ ایسے ہی معنی کی مناسبت سے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار مولانا علاء الدین ایک نسخے کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ایک نسخہ اُن کے ہاتھ میں تھا اور ایک نسخہ میرے ہاتھ میں، کبھی وہ پڑھتے میں دیکھتا، اور کبھی میں پڑھتا وہ دیکھتے۔ شروع میں یہ ہوتا رہا۔ پھر میں ایک مصرع پر پہنچا جو ناموزوں بھی تھا اور اُس کے معنی بھی نہ نکلتے تھے۔ اس کے بارے میں بہت غور وفکر کیا مگر مشکل حل نہ ہوئی۔ اس درمیان ایک شخص جن کو مولانا ملک یار کہتے تھے، وہ آگئے۔ مولانا علاء الدین اصولی نے کہا کہ اس مصرعے کی صحت اُن سے پوچھیں گے۔ اس کے بعد یہ مصرع مولانا ملک یار کو سنایا اور اُنھوں نے مصرع جس طرح پڑھا، وہ موزوں بھی تھا اور بامعنی بھی۔ دل کو اطمینان ہوگیا۔ اس کے بعد مولانا علاء الدین نے مجھ سے کہا کہ ملک یار نے یہ بات اپنے ذوق کی بنا پر کہی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ذوق کے معنی اُس دن مجھے سمجھ میں آئے، میں صرف ذوق حسی سے واقف تھا، اس

---

(۱) فوائد الفواد، جلد: ۴، مجلس: ۲۷

دن معلوم ہوا کہ معنوی ذوق کیا ہوتا ہے۔ (فوائد الفواد، جلد: ۴، مجلس: ۳۴)

۳۔ شمس الملک مولانا شمس الدین: اصل نام عبد الرحمٰن تھا، شمس الدین سے مشہور تھے، جب کہ شمس الملک لقب پایا۔ یکتائے روزگار اور باکمال عالم تھے اور انتہائی خلیق وظریف انسان تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شمس الملک رحمہ اللہ کا طریقہ تھا کہ اگر اُن کا کوئی شاگرد ناغہ کرتا/ اُن کا کوئی دوست مدتوں کے بعد آتا تو وہ کہتے کہ میں نے کیا ایسا کیا تھا کہ تم نہیں آئے۔ پھر تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی سے خوش طبعی کرتے تب بھی یہی کہتے کہ میں نے کیا ایسا کیا کہ تم نہیں آئے۔ کچھ بتاؤ تو سہی کہ میں پھر وہی کروں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر میری غیر حاضری ہوتی یا میں دیر سے پہنچتا تو میں سوچتا کہ مجھے بھی ایسا ہی کچھ کہیں گے مگر مجھ سے کہتے:

آخر کم ازان کہ گاہ گاہی

آئی و بہ ما کنی نگاہی

ترجمہ: آخر اتنا تو کرو کہ کبھی کبھی آؤ اور ہم پر ایک نگاہِ توجہ ڈال جاؤ۔

یہ کہتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور (اُن کے اِس محبتانہ ومشفقانہ انداز واطوار کو یاد کرکے) رونے لگے۔

شاگرد ہونے کے باوجود شمس الملک، آپ کو بڑی قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک بار حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ جس زمانے میں آپ شمس الملک کے پاس جایا کرتے تھے، وہ آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اُن کے لیے جو جگہ خاص تھی وہاں آپ کو بٹھاتے تھے، (کیا یہ سچ ہے؟) آپ نے فرمایا: ہاں! چھجے پر جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں قاضی فخر الدین ناقلہ/ مولانا برہان الدین باقی کے سوا کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ لیکن مجھ سے خاص اُسی جگہ کے لیے کہتے کہ بیٹھو۔ میں کہتا کہ وہ تو آپ کی جگہ ہے مگر وہ کوئی عذر نہ سنتے اور مجھے لازماً اُسی جگہ بٹھاتے۔ حضرت شمس الملک اُس زمانے میں مستوفی (Accountant) کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ (فوائد الفواد، جلد: ۲، مجلس: ۲۲)

۴۔ مولانا کمال الدین زاہد: باکمال تقویٰ وطہارت اور دیانتداری جیسے اوصاف سے بخوبی متصف تھے اور نابغۂ روزگار محدث تھے۔ علم فقہ میں بھی باکمال وصاحب درک تھے کہ آپ کا سلسلہ تلمذ ایک واسطے سے فقیہ اعظم علامہ برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

> غیاث الدین بلبن کی خواہش وتمنا تھی کہ وہ مولانا کمال الدین کو امام مقرر کرے اور اُن کی امامت میں نماز ادا کیا کرے۔ اسی کے پیش نظر مولانا کمال الدین کو بلایا اور اُن سے کہا کہ آپ کے علمی کمالات وفضائل اور دیانتداری پر پختہ یقین واعتقاد ہے۔ برائے کرم امامت کا عہدہ قبول فرمالیں تو

میں آپ کا ممنون رہوں گا اور مجھے اپنے نماز کے قبول ہونے پر پورا یقین ہو جائے گا۔ حضرت مولانا کمال الدین نے جواب دیا کہ میرے پاس تو ایک ہی نماز باقی رہ گئی ہے، اب میرے پاس کچھ نہیں بچا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ بھی میرے پاس نہیں رہے؟ یہ جواب مولانا کمال الدین نے کچھ اِس بارعب اور پُرجلال انداز میں دیا کہ سلطان غیاث الدین خاموش ہو گیا اور پھر معذرت چاہتے ہوئے مولانا کمال الدین کو رخصت کر دیا۔ (اخبار الاخیار (فارسی)، طبقہ: ۲، ص: ۱۳۷)

مولانا موصوف کا اصل نام محمد بن احمد ماریکلی تھا لیکن مولانا کمال الدین زاہد کے نام سے مشہورِ زمانہ تھے۔ ان کا وصال ۶۸۴ھ/ ۱۲۵۸ء میں ہوا۔

۵۔مولانا امین الدین محدث تبریزی: سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب کیقباد (سلطان معزالدین) نے کیلوکہری میں سکونت اختیار کی اور لوگوں کی آمد و رفت اس طرف بکثرت ہونے لگی، تب مجھ کو خیال ہوا کہ اب یہاں سے چلے جانا چاہیے اور سوچا کہ کل جو میں اپنے استاذ مولانا امین الدین محدث کی فاتحہ سوم میں شریک ہونے جاؤں گا تو شہر ہی میں رہ جاؤں گا۔ (درر نظامی موسوم بہ گفتار محبوب، باب: ۲۱، عزلت نشینی کے بیان میں، ص: ۱۸۸)

مولانا امین الدین محدث تبریزی کے تعلق سے مجھے اس سے زیادہ تفصیل معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ البتہ! سلطان المشائخ کی شخصیت و علمیت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ جیسے باکمال و ممتاز شاگرد نے جس اُستاذ سے درس لیا ہو اُس اُستاذ کا مقام و مرتبہ کیا ہو گا۔

پہلی بار اجودھن (پاک پٹن) حاضری اور بیعت و خرقہ

سلطان المشائخ اجودھن حاضر ہونے سے پہلے دہلی میں شیخ کبیر بابا فرید کے برادر حقیقی شیخ نجیب الدین متوکل سے متعارف ہو چکے تھے اور کچھ مدت اُن کے ساتھ قیام بھی کیا تھا، اُن کی صحبت اور گفتگو نے شیخ کبیر کی محبت جس کا آغاز بارہ سال کی عمر میں دورانِ طالب علمی بدایوں میں ہوا تھا اُس کو اور بھی مہمیز کر دیا۔ پھر بھی لاکھ کوششوں کے باوجود شیخ کبیر بابا فرید سے ملاقات کی کوئی سبیل نہیں نکل پا رہی تھی، کیوں کہ ایک تو والدہ ماجدہ ضعیفی کے عالم میں تھیں جنھیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں تھا اور دوسرا یہ کہ بیوہ بہن اور اُن کے بچوں کی کفالت کی ذمے داری بھی آپ کے سر تھی۔ لیکن ایک صبح فجر کے وقت کسی نے مسجد کے مینارے سے یہ آیت تلاوت کی کہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴿۱۶﴾ (حدید) (کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ سبحانہ کی یاد کے لیے رِقّت کے ساتھ جھک جائیں۔) جب یہ آیت کانوں سے ٹکرائی تو وجد و شوق کی کیفیت حدوں سے آگے نکل گئی۔ اہتمام سے احرام باندھا، مسجد میں نوافل ادا کیے، والدہ ماجدہ سے اجازت طلب کی اور ۶۵۵ھ مطابق ۱۲۵۷ء میں اجودھن کے سفر پر روانہ ہو گئے، اور شیخ کبیر بابا فرید کی بارگاہ میں حاضری دی۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب میں شیخ کبیر قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھتے ہی

حضرت شیخ نے یہ شعر پڑھا:ـ

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ: اے نیک بخت! تیری جدائی وفرقت کی آگ نے دلوں کو کباب کر دیا تھا اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے جانوں کو بے قرار و مضطرب کر رکھا تھا۔

مزید فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ قدم بوسی کے اشتیاق کو کچھ تفصیل سے بیان کروں مگر شیخ کبیر کے رعب وجلال کے سبب قوت گویائی نے ساتھ نہیں دیا۔ صرف اتنا ہی کہہ سکا کہ قدم بوسی کی بڑی تمنا تھی۔ شیخ نے جب دیکھا کہ میں کافی مرعوب ہوں تو فرمایا: لِکُلِّ دَاخِلٍ دَھْشَۃٌ۔ (فوائد الفواد، جلد:۱، مجلس:۲۸)

یعنی ہر نیا آنے والا کچھ یوں ہی مرعوب ہوتا ہے۔

شیخ کبیر نے آپ کی بڑی خاطر فرمائی اور آپ کے لیے جماعت خانے میں چار پائی بچھانے کا حکم دیا۔ لیکن جب چار پائی بچھا دی گئی تو آپ نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اس پر ہرگز آرام نہ کروں گا۔ کتنے معزز مسافر، کتنے حافظ کلام اللہ، کتنے عاشقان الٰہی زمین پر سو رہے ہیں، میں چار پائی پر کیسے لیٹوں؟ یہ خبر منتظم خانقاہ مولانا بدرالدین اسحاق کو پہنچی تو اُنھوں نے کہلوا بھیجا کہ تمھیں اپنے دل کی کرنا ہے یا شیخ کے ارشاد کی تعمیل؟ آپ نے کہا کہ شیخ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا، شیخ بدرالدین اسحاق نے فرمایا کہ جاؤ چار پائی پر سو جاؤ۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۱۰۷)

اسی سفر میں شیخ کبیر بابا فرید نے آپ کو بتاریخ ۱۵/رجب المرجب مرید کیا اور خرقۂ ارادت سے مشرف فرمایا۔ شرف بیعت کے وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔

قصۂ بیعت

سلطان المشائخ نے جب بیعت کی خواہش کا اظہار کیا تو شیخ کبیر قدس اللہ سرہٗ نے اُسے قبول فرما لیا اور پہلے سورۂ فاتحہ پڑھوائی، پھر سورۂ اخلاص پڑھوائی۔ اس کے بعد آمن الرسول کی تلاوت کروائی، اس کے بعد فرمایا کہ کہو:

''میں نے اُس فقیر (شیخ کبیر) اور اُس کے خواجگان اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، اور عہد کرتا ہوں کہ اپنے پیر اور آنکھوں کو محفوظ رکھوں گا اور شریعت کا پابند رہوں گا۔''

جب آپ نے یہ الفاظ دہرا لیے تو شیخ کبیر نے قینچی لے کر آپ کے بالوں کی ایک لٹ داہنی طرف سے قطع کی اور اپنا ایک کُرتا اپنے ہی ہاتھوں سے پہنایا۔ (مقدمہ فوائد الفواد (مترجم)، ص:۶۱)

بیعت کر لینے کے بعد شیخ کبیر نے شیخ بدرالدین اسحاق سے فرمایا کہ مولانا! تم بھی دہلی کے ہو، اور مولانا نظام الدین بھی دہلی کے ہیں، ان کو اپنا مہمان بناؤ اور ان کو پیر کے آداب سکھاؤ، اس طرح آپ شیخ بدرالدین اسحٰق کے مکان پر ٹھہرے۔ (نظامی بنسری، ص:۵۹)

بیعت کے سال ایک دن شیخ کبیر ایک عجیب باطنی کیفیت میں بیٹھے تھے اور ایک پرچہ اُن کے ہاتھ میں تھا جس میں ایک دعا لکھی تھی، اُسے آپ کو یاد کرنے کا حکم دیا اور خلافت دینے کی بات کہی۔ جیسا کہ سلطان المشائخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں ابتدائی عہد میں تحصیل علوم کر رہا تھا اور اس میں خوب مستغرق تھا تو ایک دن شیخ شیوخ العالم نے فرمایا: نظام الدین! تمھیں یہ دعا یاد ہے؟(۱) میں نے عرض کیا کہ مجھے یاد نہیں ہے، اس پر شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ اس دعا کو یاد کرلو اور کچھ دنوں تک اس پر مداومت کرو۔ اگر ایسا کرلوگے تو میں تمھیں اپنا جانشیں بنالوں گا اور خلافت کا معزز و ممتاز عہدہ تمہارے حق میں تفویض کردوں گا۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۱۱۶)

والدہ ماجدہ کا وصال اور اِستمداد

سلطان المشائخ اپنی والدہ محترمہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ میری والدہ کو اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں اس قدر رسائی حاصل تھی کہ جب اُنھیں کوئی حاجت پیش آتی تو اُس کا انجام وہ خواب میں دیکھ لیا کرتی تھیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کوئی حاجت پیش آجاتی تو آپ پانچ سو مرتبہ درود شریف کا ورد کرتیں، اور دامن پھیلاتے ہوئے دعا کرتیں تو ویسا ہی ہوتا جیسا کہ آپ چاہتی تھیں۔ (اخبار الاخیار (فارسی)، ذکر بعضے از نسائی صالحات، ص:۵۹۲)

مزید فرماتے ہیں: میری ماں کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سہارے چھوڑے جارہی ہیں؟ بولیں کہ میں صبح بتاؤں گی، اور ہاں! تم جاؤ، نجیب الدین متوکل کے مکان میں سو رہو۔ صبح ہوئی تو خادمہ دوڑتی بھاگتی آئی اور کہا کہ جلدی چلیے مخدومہ بلا رہی ہیں۔ میں وہاں پہنچا تو ماں نے مجھ سے پوچھا: تمہارا سیدھا ہاتھ کون سا ہے؟ میں نے اپنا سیدھا ہاتھ آگے کردیا۔ ماں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:

''یا اللہ! میں اِسے تمہارے سپرد کرتی ہوں۔'' (اخبار الاخیار (فارسی)، ذکر بعضے از نسائی صالحات، ص:۵۹۴)(۲)

اور پھر وہ جاں بحق ہوگئیں۔ میری ماں کے اِس ایک جملے نے کہ ''یا اللہ! میں اِسے تمہارے سپرد کرتی ہوں'' مجھے اتنی خوشی دی کہ اگر وہ میرے لیے سونا سے بھرا ہوا گھر بھی چھوڑ جاتیں تو مجھے اتنی خوشی نہیں ملتی۔ (حوالہ سابق)

وفات کے بعد جب کبھی آپ مشکلات میں ہوتے/ کچھ حاجتیں پیش آجاتیں، تو آپ اپنی والدہ ماجدہ کے مزار پر جاتے اور اپنا مقصد بیان کردیتے، چنانچہ اُمید سے پہلے ہی آپ کی حاجتیں پوری اور دقتیں دور ہوجاتی تھیں، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

> منقول ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کا بیٹا سلطان قطب الدین، سلطان المشائخ سے نزاع کے درپے ہوا۔ نزاع کا پہلا سبب یہ تھا کہ سلطان قطب الدین نے اپنے قلعہ میں ایک مسجد تعمیر کروائی اور پہلی بار جمعہ قائم کروایا تو تمام علما و مشائخ کو حکم دیا کہ اُس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں۔ اِس کے جواب میں

---

(۱) متن دعا سیر الاولیاء، ص:۱۱۶ پر ملاحظہ کریں

(۲) سیر الاولیاء، باب:۱، نکتہ:۴، ص:۱۵۲

سلطان المشائخ نے کہلوا بھیجا کہ ہمارے قیام گاہ کے قریب ایک مسجد ہے اور اُس کا حق زیادہ ہے کہ ہم اُس قریبی مسجد میں نماز ادا کریں، اور آپ اُس کی مسجد کو نہیں گئے اور اپنی جگہ اپنے ایک خادم خاص خواجہ اقبال کو بھیج دیا۔ ایک دوسرا سبب اُس کا غرور تھا کہ تمام علماومشائخ اور ائمہ اکابر بادشاہ کے بلانے پر گئے اور سلطان المشائخ کیوں نہیں گئے۔ حاسدین نے بادشاہ کے سامنے اِس کا مطلب یہ نکالا کہ سلطان المشائخ، بادشاہِ وقت سے دشمنی رکھتے ہیں اِس لیے نہیں آئے۔ اس طرح سلطان نے آپ کو زَک پہنچانے کا ارادہ کیا اور اِس کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے کچھ نہیں کہا، بلکہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کو گئے اور اُن کی قبر پر عرض کیا کہ بادشاہِ وقت مجھے زک پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے، اگر وہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گیا تو میں آپ کی زیارت کو نہیں آپاؤں گا، اور اپنا عریضہ انتہائی پسرانہ ناز وادا کے ساتھ رکھا اور گھر واپس آ گئے۔ پھر دوسرے دن صبح ایک خبر مشتہر ہو گئی کہ سلطان قطب الدین کے مقرب خاص خسرو خاں نے اُس کو قتل کر دیا ہے اور اُس کی لاش بیرونِ محل پھینک دیا ہے۔

(اخبار الاخیار (فارسی)، ذکر بعضے از نسای صالحات ص: ۵۹۲-۵۹۳)

بی بی زلیخا عرف مائی صاحبہ کا وصال ۳۰ جمادی الاولیٰ ۶۵۸ھ کو دہلی میں ہوا۔

درس وتدریس کا شغل

سلطان المشائخ کے شاگردوں میں طوطی ہند حضرت امیر خسرو، امیر خورد سید محمد کرمانی، خواجہ امیر حسن سجزی خواجہ نوح اور مولانا قطب الدین منور مشہور اور قابل ذکر ہیں، آپ نے اُن خوش نصیبوں کی تعلیم وتربیت بھی فرمائی، (غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہا اللہ) کی طرح باضابطہ درس وتدریس سے منسلک تو نہیں رہے لیکن تعلیم کی تکمیل اور اُس سے فراغت کے بعد اپنے طور پر وقتاً فوقتاً درس وتدریس کی طرف توجہ فرمایا تھا۔ جیسا کہ خواجہ امیر حسن سجزی بیان کرتے ہیں کہ خواجہ نوح جو سلطان المشائخ سے قرابت کا شرف رکھتے تھے (۱۳/شوال ۷۱۲ھ کا ذکر ہے کہ وہ آپ کے) سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ سے ''مشارق الانوار'' پڑھ رہے تھے، اور آپ مختلف احادیث کی وضاحت بھی فرمارہے تھے، اسی درمیان اِس حدیث پاک کا بیان آیا کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو، اس کے منھ میں تھوک یا بلغم آئے اور وہ اس کو تھوکنا چاہے تو اسے چاہیے کہ قبلہ کی طرف نہ تھوکے اور نہ دائیں جانب کہ اس جانب فرشتہ رہتا ہے۔ بائیں جانب یا پیر کے پاس اس طرح تھوکے کہ عمل کثیر نہ ہو، صرف اتنا کرنے سے نماز خراب نہیں ہوتی ہے۔ (۱) مزید حضرت ابو ہریرہ والی حدیث پاک کہ جنبی غسل کا حاجتمند ہوتا ہے نجس نہیں ہوتا۔ نیز ایک اور حدیث پاک کہ جب شیطان عورت کی شکل میں کسی شخص کے سامنے آئے اور اُس کا دل اُس کی طرف مائل ہو تو وہ اپنی بیوی سے جا ملے تا کہ وہ شیطانی وسوسے سے محفوظ اور سلامت

(۱) فوائد الفواد، جلد: ۲ مجلس: ۳۸

رہے وغیرہ کی وضاحت اور تشریح بیان فرمائی۔ (فوائد الفواد، جلد:۲، مجلس:۳۸)

اِس کے علاوہ درس وتدریس کے تعلق سے خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں:

سلطان المشائخ دہلی میں تعلیم دینے کا شغل رکھتے تھے کہ آپ کا گزر بسر اُسی سے پورا ہوتا تھا، حضرت بیس سال کی عمر سے پینتیس سال کی عمر تک طلبا کو تعلیم دینے کا کام کرتے رہے۔ پھر جب خلافت لے کر آئے اور معتقدین کی کثرت ہونے لگی اور روحانی مجاہدات بھی بڑھ گئے تو تعلیم کا یہ شغل خود بخود ترک ہو گیا ہوگا، اور یہ میں نے حسب ذیل واقعات سے سمجھا ہے:

- سیر الاولیاء میں حضرت (سلطان المشائخ) کا ایک بیان درج ہے کہ میں بہار اسٹیٹ کے فلاں شخص کے ہاں اُن کے بچوں کو تعلیم دینے کے لیے جانا چاہا تھا اور اُن صاحب کا بھی یہ ذکر ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے، اُن کا خط بھی حضرت کے پاس آیا تھا جو غالباً حضرت کے خط کے جواب میں بہار کے رہنے والے نے لکھا ہوگا۔ (نظامی بنسری، ص:۳۷۴)
- ۶۵۹ھ میں جب حضرت بابا صاحب نے سلطان المشائخ کو دہلی کی خلافت دی تو حضرت نے دریافت کیا کہ میرا شغل درس وتدریس ہے اس کو جاری رکھوں یا بند کر دوں؟ حضرت بابا صاحب نے جواب دیا: درویش کے لیے علم بہت ضروری چیز ہے۔ تم تعلیم دینے کا شغل جاری رکھو اس کے بعد جو چیز غالب آئے گی اس سے مغلوب چیز خود ترک ہو جائے گی۔ (حوالہ سابق، ص:۳۷۵)

ایک شبہہ کا ازالہ

خواجہ حسن نظامی نے سلطان المشائخ کے تدریسی شغل پر جو آخر الذکر دلیل ذکر کی ہے میرے خیال سے وہ محل نظر ہے، کیوں کہ خلافت دینے کے بعد شیخ کبیر بابا فرید نے آپ کے دریافت کرنے پر تعلّم (حصول تعلیم) کا شغل جاری رکھنے کی اجازت دی تھی نہ کہ تدریسی شغل کی۔ جیسا کہ امیر خورد سید محمد کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعد ازاں بخدمت شیخ شیوخ العالم عرضداشت کردم: فرمان شیخ چیست، ترک تعلم گیرم وبہ اوراد ونوافل مشغول شوم؟ شیخ شیوخ العالم فرمود کہ من کسے را از تعلم منع نکنم آنہم کن اینہم کن تا غالب کہ آید، درویشی را قدرے علم باید۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۱۰۷)

ترجمہ: بیعت کے بعد میں نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کیا کہ شیخ کا کیا فرمان ہے ترک تعلیم کر دوں اور اوراد ونوافل میں مشغول ہو جاؤں؟ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتا۔ تعلیم بھی جاری رکھو اور اوراد ونوافل بھی کرتے رہو، یہاں تک کہ ایک دن اُن میں سے ایک چیز خود بخود غالب آ جائے گی، درویشی کے لیے کچھ علم لازم ہے۔

اور یہ بات اس لیے بھی وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ بیعت وارادت اور خلافت کے بعد بھی سلطان المشائخ

حصول تعلیم کا اعلیٰ رجحان اور خاصہ ذوق رکھتے تھے کہ شیخ کبیر بابا فرید سے آپ نے عوارف، تمہید از ابوشکور سالمی، لوائح اور تقریباً چھ سیپارے مع تجوید تعلیم حاصل کی تھی۔

پھر یہ کہ ''درویشی راقدرے علم باید'' کی بنیاد پر خواجہ اخی سراج رحمہ اللہ کی خلافت پر روک لگا دی گئی تھی، پھر جب اُنھوں نے قابل قدر تعلیم حاصل کر لی تو خلافت نامہ جاری فرمایا۔

سند خلافت واجازت اور جانشینی

پھر جب کامل چار سال کے بعد تیسری بار سلطان المشائخ ۶۵۹ھ مطابق ۱۲۶۱ء میں اجودھن پہنچے تو شیخ کبیر بابا فرید نے آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی اور سند خلافت کی تصدیق کے لیے ہانسی مولانا جمال الدین رحمہ اللہ کے پاس جانے کا حکم فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ نے مجھے بلایا۔ یہ رمضان کی تیرہویں تاریخ تھی اور ۶۵۹ھ کا اخیر زمانہ تھا۔ شیخ نے فرمایا: نظام الدین! جو کچھ میں نے تم سے کہا تھا یاد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی یاد ہے! فرمایا کہ اچھا ایک کاغذ لاؤ اجازت نامہ لکھ دوں، تو میں کاغذ لے کر حاضر ہوا، آپ نے اجازت نامہ تحریر فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ اسے مولانا جمال الدین ہانسوی کو دکھاؤ اور دہلی میں قاضی منتخب الدین کو دکھاؤ۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۴ رسال تھی۔ (متن سند خلافت واجازت نامہ سیر الاولیاء (فارسی)، ص: ۱۱۷ پر ملاحظہ کریں۔)

مزید آپ فرماتے ہیں کہ جس دن جناب شیخ نے مجھے خلافت عطا فرمائی اُس دن میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اَسْعَدَكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ وَرَزَقَكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مَقْبُولًا۔

یعنی اللہ سبحانہ تجھے دونوں جہان میں نیک بخت کرے اور علم نافع اور عمل مقبول عطا فرمائے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ تم ایک ایسا درخت بنو گے جس کے سائے میں ایک خلق کثیر آرام وسکون سے رہے گی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ استعداد ولیاقت کے لیے مجاہدہ کرنا چاہیے۔

غرض کہ میں اجازت نامہ لے کر رخصت ہوا، اور شیخ جمال الدین رحمہ اللہ کے پاس ہانسی پہنچا اور اُنھیں خلافت نامہ دکھایا۔ وہ بڑی خندہ روئی سے ملے، بے انتہا مہربانیاں فرمائیں اور یہ شعر پڑھا:

خدائے جہان را ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

یعنی اللہ رب العالمین کا ہزار ہا شکر کہ گوہر، گوہر شناس کے پاس پہنچ گیا۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، ص: ۱۱۶-۱۱۷)

سلطان المشائخ اور حکم شیخ کی تعمیل

انسانی حقوق کی ادائیگی ایک لابدی امر ہے جس سے کسی بھی صورت نجات ممکن نہیں تاوقتیکہ صاحب حق معاف نہ کردے۔ یہی سبب ہے کہ شیخ کبیر نے اِس سلسلے میں بڑی تاکید فرمائی تھی اور حکم دیا تھا کہ مخالفین کو راضی کرنے کے ساتھ اہل حقوق کو راضی کرنے میں ہرگز پیچھے نہ رہنا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ ارادت وخلافت کے

بعد جب میں دہلی کے لیے روانہ ہوا تو مجھے یاد آیا کہ میرے ذمے ایک بزاز (کپڑا فروش) شخص کا بیس جیتل (نقدی) ہے اُسے دینے ہیں اور ایک کتاب جو میں نے ایک شخص سے ادھار لی تھی وہ کھوگئی ہے اُسے بھی راضی کرنا ہے۔ لیکن دہلی پہنچنے کے بعد میرے پاس بیس جیتل جمع نہیں ہوئے کہ اُس بزاز کو پہنچاتا، معاش کی تنگی تھی اس لیے میرے پاس کبھی پانچ جیتل ہوتے اور کبھی دس۔ ایک بار دس جیتل دستیاب ہوئے تو میں اُس بزاز کے گھر پہنچا، میں نے اُس سے کہا کہ تمہارے بیس جیتل میرے ذمے ہیں، لیکن ایک مرتبہ دینے کی سکت میرے پاس نہیں ہے، یہ دس جیتل لے لو باقی دس جیتل ان شاء اللہ بعد میں پہنچا دوں گا۔ بزاز نے جب میری بات سنی تو اُس نے کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں کے پاس سے آرہے ہو۔ پھر اُس نے وہ دس جیتل رکھے لیے اور مجھ سے کہا کہ جاؤ، میں نے دس جیتل معاف کر دیے۔

اس کے بعد میں اُس شخص کے پاس گیا جس کی کتاب میں نے ادھار لی تھی اور مجھ سے کھوگئی تھی، اُس نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ جناب! میں نے آپ سے ایک کتاب بطور عاریت لی تھی، وہ مجھ سے کھوگئی ہے، اب میں اُس کی نقل تیار کر کے آپ کو دوں گا۔ میں بالکل اسی طرح لکھوا کر آپ تک پہنچا دوں گا۔ اُس شخص نے کہا کہ ہاں! تم جہاں سے آرہے ہو وہاں کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے، پھر اُس نے کہا کہ میں نے وہ کتاب تمھیں بخش دی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت، جلد:۳، باب:۲، ص:۶۹-۷۰)

پیرومرشد اور مرید وخلیفہ کا تعلق ورشتہ

جب پہلی بار اجودھن (پاک پٹن) گئے اور (غالباً ۶۵۷ھ میں) واپسی کا وقت آیا تو سلطان المشائخ، شیخ جمال الدین ہانسوی اور شمس دبیر پر مشتمل ایک چھوٹے سے قافلے کی شکل میں روانہ ہوئے۔ رخصت کے وقت سب نے شیخ کبیر کی قدم بوسی کی۔ شیخ جمال الدین نے عرض کیا کہ ہمیں کچھ وصیت فرمائیں! اس پر شیخ کبیر نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''انھیں خوش رکھنا۔''

لہٰذا شیخ جمال الدین نے راستے بھر آپ کی ہر ضرورت کا خاص خیال رکھا۔

دوران سفر امروہہ نامی ایک گاؤں میں پہنچے جہاں کا حاکم میران نامی ایک شخص تھا اور شیخ جمال الدین کا مرید تھا۔ وہ گاؤں والوں کے ساتھ استقبال کے لیے گاؤں سے باہر نکلا اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ آپ سب کو اپنا مہمان بنایا۔ اگلی صبح رخصت کے وقت اُس حاکم نے سب کی سواری کے لیے ایک ایک تازہ دم گھوڑا پیش کیا۔ آپ کو جو گھوڑا ملا تھا وہ کچھ سرکش اور بدمعاش تھا۔ اُس نے آپ کو بہت پریشان کیا۔ اسی بیچ شیخ جمال الدین اور شمس دبیر آگے نکل گئے اور آپ اُن سے کئی میل پیچھے رہ گئے اور یوں آپ تنہا ہو گئے۔ موسم بڑا ہی سخت تھا۔ اُوپر سے پیاس کی شدت بھی تھی، ایسے میں گھوڑا سرکشی کرنے لگا اور آپ کو زمین پر گرا دیا۔ آپ اتنے زور سے گرے کہ بے ہوش ہو گئے اور کافی دیر تک جنگل میں بے ہوش پڑے رہے۔ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ آپ کی

زبان پر بابا فرید کا نام جاری وساری ہے۔

اس پر اللہ سبحانہ کا شکر ادا کیا اور خیال کیا کہ اس سے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ وصال کے وقت بھی شیخ کا نام زبان پر جاری وساری رہے گا۔(مقدمہ فوائد الفواد (مترجم)، ص:۶۵-۶۶)

سلطان المشائخ اور اطاعت شیخ

ایک موقع پر فرمان پیر کی نگہداشت کا ذکر آیا تو فرمایا: ایک بار شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز ایک دعا ہاتھ میں لیے ہوئے فرمایا کہ کوئی ہے جو اس دعا کو یاد کرلے؟ میں سمجھ گیا کہ شیخ کا مقصود یہ ہے کہ میں اُسے یاد کرلوں۔ میں نے ادب سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو بندہ اِس دعا کو یاد کرلے۔ لہٰذا شیخ نے وہ مجھے عنایت کردی۔ میں نے عرض کی کہ ایک بار مرشد کے سامنے پڑھ لوں پھر یاد کرنا شروع کروں۔ شیخ نے فرمایا کہ پڑھو۔ جب میں نے پڑھا تو ایک اعراب کی اصلاح فرمائی کہ اِس طرح پڑھو، پھر میں نے اُسی طرح پڑھا جس طرح شیخ نے پڑھا تھا۔ اگرچہ جس طرح میں نے پڑھا تھا وہ بھی بامعنی تھا۔ غرض کہ وہ دعا اُسی وقت میرے دل میں یاد ہوگئی۔ میں نے عرض کی کہ دعا یاد کرلی ہے، حکم ہو تو پڑھوں؟ فرمایا کہ پڑھو۔ میں نے دعا سنائی اور وہ اعراب ویسے ہی پڑھا جیسا کہ شیخ نے اصلاح فرمائی تھی۔

پھر جب شیخ کی خدمت سے باہر آیا تو مولانا بدرالدین اسحٰق نے مجھ سے کہا کہ تم نے اچھا کیا کہ اعراب اسی طرح پڑھے جیسے شیخ نے بتائے تھے۔

اس پر میں نے کہا کہ اگر سیبویہ جو اِس علم (نحو) کا واضع ہے اور وہ سب جو اِس علم کے بانی ہوئے ہیں، آئیں اور مجھ سے کہیں کہ اعراب اُسی طرح ہیں جس طرح تم نے پڑھے تھے۔ پھر بھی میں اسی طرح پڑھوں گا جس طرح شیخ کبیر نے فرمایا ہے۔ یہ سن کر مولانا بدرالدین اسحٰق نے کہا کہ اس قدر آداب شیخ آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔(فوائد الفواد، جلد:۱، مجلس:۲۵)

اجودھن دس بار حاضر ہوئے

سلطان المشائخ قدس سرہٗ نے شیخ کبیر کی حیات وممات میں کل دس بار اَجودھن تشریف لے گئے تھے۔ اجودھن کے علاوہ کسی اور سفر پر جانے کا ذکر نہیں ملتا جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں:

> ”سہ کرت بخدمت شیخ شیوخ العالم کبیر رفتہ ام ہر سال یکبار بعد از اں کہ نقل فرمود ہفت بار دیگر رفتہ شدہ است یا شش بار، اما اغلب گماں اینست کہ ہفت بار رفتہ ام چناں کہ در خاطر ہم چنیں مقرر است کہ در حیات وممات دہ بار رفتہ شدہ است۔“(سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۱۰۷)

ترجمہ: میں شیخ شیوخ العالم کبیر کی خدمت (ظاہری حیات) میں تین بار حاضر ہوا ہوں۔ ہر سال ایک بار، آپ کے انتقال کے بعد سات بار حاضر ہوئی ہے یا چھ بار!! لیکن غالب گمان یہی ہے کہ سات بار حاضری ہوئی

ہے۔لہٰذا یہی یاد پڑتا ہے کہ میں حیات وممات میں کل دس بار اجودھن حاضر ہوا ہوں۔

یعنی تین بار ظاہری زندگی میں اور سات بار شیخ کے وفات پا جانے کے بعد۔

آپ جب دہلی سے اجودھن جاتے تو بالعموم ماہ رجب میں دہلی سے روانہ ہوتے اور رَمضان کا مہینہ اجودھن میں گزارتے۔پھر ماہِ شوال/ ماہ ذیقعدہ میں واپسی ہوتی تھی۔(سیر الاولیاء (فارسی)،ص:۲۶۴)

تنبیہ:ایک اندازہ کے مطابق اجودھن کا اولین سفر ۶۵۵ھ میں ہوا جس وقت والدہ ماجدہ باحیات تھیں،دوسرا سفر ۶۵۷ھ/ ۶۵۸ھ میں اور تیسرا سفر ۶۵۹ھ کو رمضان میں ہوا،اور شیخ کبیر سے اِسی سال آخری ملاقات رہی۔

دہلی میں مستقل قیام

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ سولہ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ،ہمشیرہ زینب عرف بی بی رحمت اور خادمہ کے ہمراہ ۶۵۲ھ میں دہلی پہنچے اور تقریباً نواسی (۸۹) سال تک دہلی کے مختلف مقامات پر سکونت اختیار فرمائی۔ مثال کے طور پر پہلے پہل تعلیم کی غرض سے دہلی پہنچے تو (شیخ نجیب الدین متوکل کے پڑوس) سرائے میاں بازار/نمک سرائے میں ٹھہرے،والدہ اور ہمشیرہ کو نمک سرائے میں ٹھہرایا اور خود مقام قو اس میں سکونت اختیار کی جو نمک سرائے کے سامنے واقع تھا۔ اسی محلے میں حضرت امیر خسرو بھی (اپنے نانا راوت عرض کے مکان میں) رہتے تھے۔(پھر جب ۶۵۹ھ میں خلافت واجازت ملی اور دہلی واپس ہوئے تو) کچھ دنوں بعد راوت عرض کا مکان خالی ہو گیا،لہٰذا حضرت امیر خسرو کے توسط سے آپ اُن کے نانا راوت عرض کے مکان میں منتقل ہو گئے اور تقریباً دو سال اس مکان میں قیام فرمایا۔اتفاقاً سید محمد کرمانی (امیر خورد کے جد کریم) اپنے متعلقین کے ساتھ اجودھن سے دہلی آئے تو وہ بھی اُسی مکان میں قیام پذیر ہوئے۔امیر خورد سید محمد کرمانی کے والد سید نور الدین مبارک کے بقول: اُس وقت میرے اور خواجہ مبشر کے سوا کوئی اور خادم نہیں تھا۔

شب وروز یوں ہی بسر ہو رہے تھے کہ اِسی درمیان راوت عرض کے لڑکے اپنی جاگیروں سے واپس آئے اور مکان خالی کرانے لگے۔آپ نے مکان کی تلاش میں آدمی کو بھیجا مگر شاہی قربت حاصل ہونے کے زعم میں اُن لوگوں نے اتنی بھی مہلت نہیں دی کہ آپ کوئی اور مکان تلاش کر پاتے۔مجبوراً آپ چھپر دار مسجد میں چلے گئے جو سراج بقّال کے گھر کے سامنے واقع تھی۔سید محمد کرمانی بھی اپنے متعلقین کے ساتھ آپ کے ساتھ ہی آ گئے۔اُس وقت آپ کے پاس سوائے کتابوں کے اور کچھ سامان نہ تھا،چنانچہ سید نور الدین مبارک اور خادم خاص خواجہ مبشر اپنے سروں پر تمام کتابیں اٹھا لائے۔ایک رات اسی بے سروسامانی میں بسر ہوئی۔(سیر الاولیاء (فارسی)،ص:۱۰۸-۱۰۹)

سعد کاغذی کے مکان اور دیگر مقامات پر قیام: دوسرے دن شیخ صدر الدین رحمہ اللہ کے مرید جناب سعد کاغذی نے جب یہ ماجرا سنا تو وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اور انتہائی عزت واکرام اور عاجزانہ اصرار کے ساتھ آپ کو اپنے مکان پر لے گئے،اور اُوپری منزل پر آپ کو ٹھہرایا اور سید محمد کرمانی کے لیے

ایک دوسرے مکان کا انتظام کر دیا۔ ایک ماہ تک جناب سعد کاغذی کے مکان میں آپ کا قیام رہا۔ اس کے بعد سرائے رکابدار کے ایک مکان میں منتقل ہو گئے جو قیصر پل سے متصل تھا اور سرائے کے ایک گوشے میں واقع تھا۔ سید محمد کرمانی نے بھی اپنے متعلقین کے ساتھ اسی سرائے میں ایک کمرہ لیا اور مع متعلقین قیام پذیر ہو گئے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد آپ نے سرائے رکابدار کے اُس مکان کو بھی خیر باد کہہ دیا اور محمد میوہ فروش کی دکان سے متصل شادی گلابی کے مکان پر قیام فرمایا۔ اُسی دوران (شاہی امیر) شمس الدین شرابدار کے لڑکے اور اُن کے احباب و اقارب آپ کے معتقد ہو گئے اور آپ کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ شمس الدین شرابدار کے مکان میں لے آئے۔ اس مکان میں آپ کئی برسوں تک رہے۔ یہاں راحت و سکون کے ساتھ آپ کی جمعیت خاطر میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ نیز اجودھن سے جو احباب و اصحاب دہلی آتے وہ شمس الدین شرابدار کے مکان ہی میں قیام کرتے۔ (سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۱۰۸-۱۰۹)

غرض کہ تقریباً گیارہ سال (۶۵۹ھ-۶۷۰ھ) تک سلطان المشائخ کو دہلی کے مختلف مکانات میں سکونت اختیار کرنی پڑی اور متعدد پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ نے ہمہ دم صبر وضبط سے کام لیا، ہمیشہ راضی برضا رہے اور کبھی ایک حرف شکایت بھی زبان پر نہیں لایا۔

درس حدیث کی تکمیل اور سند حدیث

سلطان المشائخ تقریباً ۲۳-۲۴ رسال کی عمر میں جملہ علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے لیکن تحصیل علم کی طلب ابھی تک آپ کے اندر باقی تھی۔ یہی سبب ہے کہ ۶۵۹ھ میں خلافت و اجازت پا جانے کے بعد بھی بیس سال تک حصول علم حدیث میں مصروف رہے۔ چوں کہ اللہ سبحانہ کو آپ سے دین و دعوت کی عظیم خدمات لینی تھی اور اُس کے لیے اعلیٰ پیمانے پر کافی و شافی علم و استعداد لابدی تھی، چنانچہ اُس وقت کے مشہور عالم اور ماہر حدیث مولانا کمال الدین زاہد سے باقاعدہ اور منظم طور پر علم حدیث حاصل کیا، اور فن حدیث میں کامل مہارت کے حصول کے بعد محدث عصر مولانا کمال الدین سے آپ نے سند حدیث حاصل کی۔ مولانا کمال الدین اصولی نے اپنے دست خاص سے آپ کے لیے سند نامہ تحریر فرمایا تھا، اور یوں ۲۲ جمادی الاول ۶۷۹ھ میں سند حدیث سے نوازے گئے۔ (خواجہ نظام الدین اولیا، ص:۵۹)

غیاث پور میں قیام خدا کی مرضی تھی

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ابتدائی زمانے میں میرا دل دہلی میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ ایک دن قتلغ خان تالاب میں بیٹھا قرآن مجید یاد کر رہا تھا کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا جو مشغول بحق تھے۔ میں اُن کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ کیا آپ اسی شہر میں رہتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! میں نے دریافت کیا کہ اس شہر

میں آپ کی طبیعت لگتی ہے اور آپ پُرسکون رہتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا: نہیں! پھر اُس درویش نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش کمال دروازہ (ایک جگہ کا نام) کے پاس مجھے ملا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اگر تم ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اِس شہر سے نکل جاؤ۔...

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حکایت سنی تو دل میں حتمی فیصلہ کر لیا کہ اس شہر میں نہیں رہوں گا۔ میرے دل میں چند مقامات کی طرف نکل جانے کا خیال آیا، مثلاً: قصبہ پٹیالی چلا جاؤں، اُن دنوں امیر خسرو پٹیالی میں تھا/ بسنالہ چلا جاؤں کہ نزدیک میں واقع ہے۔ غرض کہ بسنالہ چلا بھی گیا۔ وہاں تین دنوں تک رہا مگر کوئی مکان دستیاب نہ ہوا، نہ کرایہ کا اور نہ گروی اور نہ ہی قیمت پر۔ تینوں دن ایک ایک شخص کا مہمان رہا۔ پھر وہاں سے واپس آ گیا مگر دل میں منتقلی کا خیال گردش کرتا رہا، یہاں تک کہ ایک بار حوض رانی باغ (معروف بہ باغ جسرت سنگھ) میں بیٹھا مناجات کر رہا تھا کہ خدایا! اس شہر سے دوسری جگہ جانا چاہتا ہوں لیکن اس میں اپنی رائے کو پسند نہیں کرتا بلکہ تیری مرضی جہاں ہو میں وہاں چلا جاؤں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی میرا یہ جملہ مکمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایک غیبی آواز آئی: ''غیاث پور جاؤ۔'' حالاں کہ اُس وقت تک میں نے غیاث پور کو نہ دیکھا اور نہ اُس کے بارے میں کچھ جانتا تھا کہ غیاث پور کہاں واقع ہے۔ جب میں نے یہ آواز سنی تو اپنے ایک نیشاپوری دوست نقیب کے پاس گیا۔ جب میں اُس کے دولت خانہ پر پہنچا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ غیاث پور گیا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں خود سے کہا کہ یہ وہی غیاث پور تو نہیں ہے؟

غرض کہ میں اُس کے ساتھ غیاث پور گیا اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اُن دنوں غیاث پور اِس قدر آباد نہ تھا بلکہ ایک غیر معروف علاقہ تھا[۱] اور دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا جہاں آج ہمایوں کا مقبرہ موجود ہے۔

کچھ دنوں کے بعد کیقباد (سلطان معزالدین) کیلوکھری میں سکونت پذیر ہوا تو اُس زمانے میں حکام و امرا وغیرہ کا آنا جانا شروع ہو گیا، اور مخلوق کی کثرت ہونے لگی۔ پھر خلقت کی جم غفیر کو دیکھتے ہوئے آپ نے غیاث پور سے بھی جانے کا ارادہ کر لیا، اور اِسی فکر و تردد میں تھے کہ ایک نحیف و ناتواں جوان (اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ مردان غیب سے تھا یا کوئی اور) آیا اور آتے ہی کہنے لگا:

آں روز مہ شدی نمی دانستی
کانگشت نمائے عالمے خواہی شد
امروز کہ زلفت دل خلقے بربود
درگوشہ نشستنت نمی دارد سود

---

(۱) سیر الاولیاء (فارسی)، باب: ا،ص: ۱۱۰-۱۱۱

ترجمہ: جس دن سے تم چاند بنے تھے تمھیں یہ خبر نہیں تھی کہ ایک زمانے کی انگلیاں تمہاری طرف اٹھیں گی؟ اب جب کہ تمہاری زلف نے دنیا کے دلوں کو اسیر کرلیا ہے، تو اُس کے بعد ایک گوشے میں بیٹھ جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

پھر کہنا شروع کیا کہ اول تو مشہور نہیں ہونا چاہیے اور جب کوئی مشہور ہوجائے تو اس درجہ مشہور ومعروف ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خجالت نہ اُٹھانی پڑے۔ مزید اُس شخص نے کہا کہ یہ کیسی ہمت ہے اور یہ کیسا حوصلہ ہے کہ مخلوق سے الگ ہوکر مشغول بحق ہوں؟ بلکہ اصل ہمت اور حوصلہ یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان رہتے ہوئے مشغول بحق رہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب وہ باتیں پوری کرچکا تو میں نے کچھ کھانے کے لیے اُس کے سامنے رکھا لیکن اُس نے نہیں کھایا۔ میں نے اُسی وقت دل میں یہ نیت کرلی کہ غیاث پور ہی میں مقیم رہوں گا۔ جب میں نے یہ نیت کرلی تو اُس نے تھوڑا سا کھایا اور چلا گیا۔ پھر میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔(۱) اس کے بعد آپ نے غیاث پور (بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی) سے جانے کا ارادہ ترک فرمادیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد مولانا ضیاء الدین وکیل عماد الملک نے وہاں ایک عالی شان اور وسیع وعریض خانقاہ کی تعمیر کروادی۔ (نظامی بنسری، ص: ۳۷۳)

مجرد رہنے کا اصل سبب

سلطان المشائخ نے شادی کیوں نہیں فرمائی، اس کے مختلف وجوہات واسباب بیان کیے جاتے ہیں، مثلاً:

۱۔ بعض ملفوظات میں ہے کہ بابا صاحب نے ایک تہہ بند سلطان المشائخ کو عطا فرمائی تو آپ نے کھڑے ہوکر وہ تہہ بند اپنے پاجامے کے اُوپر باندھنا شروع کیا مگر گھبراہٹ میں تہہ بند ہاتھ سے گر گیا۔ یہ دیکھ کر بابا صاحب نے فرمایا: مولانا نظام الدین! تہہ بند مضبوط باندھو، اور اسی سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ شیخ نے مجھے مجرد (غیر شادی شدہ) رہنے کا حکم دیا ہے اس واسطے آپ نے شادی نہیں کی۔ (نظامی بنسری، ص: ۳۷۶)

۲۔ آپ نے صبر سے متعلق مختلف باتیں فرمائی ہیں۔ فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: انسان عورتوں سے الگ رہے تو وہ بڑا صابر ہے اور اگر صبر نہ کرسکے اور شادی کرے تو پھر شادی کے بعد عورتوں سے جو تکلیفیں پیش آتی ہیں اُن پر صبر کرے اور تیسرا صبر یہ ہے کہ عورتوں سے ایذا اُٹھانے کے بعد صبر کرے اور جواب میں عورتوں کو ایذا دے تو پھر اس کے بدلے اللہ کا عذاب برداشت کرے اور اس پر صبر کرے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی نظر اپنے زمانے کی خانگی

---

(۱) سیر الاولیاء (فارسی)، باب: ۴، ص: ۱۱۰-۱۱۱، فوائد الفواد، جلد: ۴، مجلس: ۱۹

زندگی پر بہت گہری تھی اور آپ دیکھتے تھے کہ مسلمانوں کا میلان عورتوں کی طرف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے، اور آپ یہ بھی محسوس فرماتے تھے کہ عورتوں کی طرف سے مردوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں اور یہ بھی ملاحظہ فرماتے تھے کہ مرد بھی عورتوں پر بہت ظلم کرتے ہیں اس واسطے آپ نے فرمایا کہ ہو سکے تو عورتوں سے الگ رہو اور خواہشات نفسانی کو دباؤ اور صبر کرو، اور نہ ہو سکے تو عورتوں کی جفاؤں پر صبر کرو یعنی ان کی جفاؤں کے سبب عورتوں پر ظلم نہ کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور اُس کو سہنا پڑے گا۔ (نظامی بنسری، ص: ۳۷۶-۳۷۷)

۳۔ جب شیخ العالم بابا صاحب کی وفات ہوگئی اور مولانا بدرالدین اسحٰق بھی رحلت کر گئے تو حضرت سلطان المشائخ نے اپنے خواجہ تاش مولانا سید محمد کرمانی سے کہا کہ مولانا بدرالدین اسحٰق کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں۔ اُن کے بچے میرے پیر و مرشد کے نواسے ہیں۔ آپ اجودھن جائیں اور اُن بچوں (سید محمد۔ سید موسیٰ) کو اور اُن کی والدہ (بی بی فاطمہ) کو دہلی لے آئیں۔ چنانچہ سید صاحب پاک پٹن گئے اور اُن سب کو لے آئے۔ اُن کے یہاں آتے ہی قرابت داروں نے یہ چرچا شروع کر دیا کہ آپ نے اپنے پیر کی بیٹی کو بلایا ہے کہ آپ اُن سے شادی کرنا چاہتے ہیں، اور چوں کہ اپنی برادری کو پسند نہیں کرتے اس لیے غیر کفو (غیر خاندان) میں شادی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے جب یہ چرچا سنا تو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ آپ اسی وقت دہلی سے اجودھن چلے گئے اور پھر جب یہی خبر بابا صاحب کی صاحبزادی بی بی فاطمہ تک پہنچی تو اُنھیں بھی بڑا صدمہ ہوا۔ اس صدمے سے وہ بیمار ہوگئیں اور پھر اسی بیماری کے سبب وہ انتقال کر گئیں۔ اس کے بعد آپ اجودھن سے دہلی تشریف لائے۔ (نظامی بنسری، ص: ۳۷۸-۳۷۹)

۴۔ آپ کا شادی نہ کرنا محض اِس وجہ سے تھا کہ اُس وقت دولت کی کثرت اور حکومت کے اختیارات کے سبب مسلمانوں کو عورتوں کی طرف بہت ہی زیادہ رغبت ہوگئی تھی، اور آپ اپنے تجرد کی مثال سے یہ دکھانا چاہتے تھے کہ انسان شادی کے بغیر بھی خوش اور مطمئن رہ سکتا ہے۔ (نظامی بنسری، ص: ۳۷۹)

اِن چاروں اسباب میں سے میرے نزدیک اول الذکر اور آخر الذکر قابل قبول ہیں، جب کہ ثانی الذکر اور ثالث الذکر نا قابل قبول ہیں۔ اول الذکر اِس لیے قابل قبول ہے کہ اس میں شیخ العالم کی اطاعت ہے جو در اصل اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و تابعداری ہے، اور آخر الذکر اس لیے قابل قبول ہے کہ اس میں ایک اصلاحی و دعوتی پیغام پوشیدہ ہے جو وقت کی اہم ضرورت تھی کہ وہ لوگ جو اُس وقت خواہشات نفسانی میں مبتلا تھے اُس سے باز رہیں، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عورت کی مصاحبت کے بغیر بھی ایک کامیاب اور نا قابل فراموش

زندگی بسر کی جاسکتی ہے، جیسا کہ سلطان المشائخ نے خود بغیر عورت کی مصاحبت وسنگت کے اعلیٰ ترین اور قابل رشک زندگی بسر کر کے بتا دیا۔

بادشاہوں سے بے تعلقی

سلطان المشائخ نے جب سے دہلی میں قیام فرمایا اُس وقت سے تاحین حیات تقریباً کل گیارہ شاہانِ وقت اور سلاطین آئے اور گئے، یہ سب غلام خاندان، خلجی خاندان، تغلق خاندان وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے، مثلاً:

● **غلام خاندان کے سلاطین یہ ہیں:**

۱۔ ناصرالدین محمود (۱۲۴۶-۱۲۶۶)، ۲۔ غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶)، ۳۔ معزالدین کیقباد (۱۲۸۶-۱۲۹۰)، ۴۔ شمس الدین کیموراس/ کیومرث (۱۲۹۰)۔

● **خلجی خاندان کے سلاطین یہ ہیں:**

۱۔ جلال الدین خلجی (۱۲۹۰-۱۲۹۶ء)، ۲۔ علاالدین خلجی (۱۲۹۶-۱۳۱۶ء)، ۳۔ شہاب الدین (۱۳۱۶ء)، ۴۔ قطب الدین مبارک (۱۳۱۶-۱۳۲۰ء)، ۵۔ ناصرالدین خسرو خان (۱۳۲۰ء)، خسرو خان، خلجی خاندان سے نہیں تھا بلکہ قطب الدین مبارک کا غلام تھا اور قطب الدین کو قتل کر کے سلطان بنا تھا۔

● **تغلق خاندان کے سلاطین یہ ہیں:**

۱۔ غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰-۱۳۲۵ء)، محمد تغلق (۱۳۲۵-۱۳۳۵ء)، اور پھر تغلق خاندان کے دیگر سلاطین تخت نشیں ہوتے رہے۔ (جامع تاریخ ہند، باب: ۳، ۴، ۵، ص: ۲۷۴-۸۷۳)

دہلی میں سلطان المشائخ کی زندگی دو خانوں میں منقسم ہے: ایک ابتدائی ایام جن میں آپ نے انتہائی عسرت بھری زندگی بسر فرمائی، اور دوسرا خلجی عہد حکومت جس میں آپ بڑی ہی فراخی کے ساتھ رہے، نیز اس عہد میں آپ فضل وکمال کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اور باوجودیکہ شاہانِ وقت اور سلاطین زمانہ کی یہ بڑی خواہش ہوتی تھی کہ آپ اُن سے گہرے روابط رکھیں لیکن آپ تنگ حالی اور خوش حالی دونوں ایام میں حکمرانوں سے بالکل بے نیاز و بے تعلق رہے۔ اس کے بہت سے شواہد ہیں، مثلاً:

۱۔ جب علاء الدین خلجی تخت نشین ہوا تو اُس وقت سلطان المشائخ کی مقبولیت آسمان کی بلندی پر تھی، اور ایک بڑی تعداد میں عوام الناس اور اُمرا دونوں طبقات آپ کے معتقد ہو گئے تھے۔ صبح و شام لنگر جاری رہتا، جہاں لوگ اپنے پرائے، رنگ ونسل اور مذہب وملت میں کسی تفریق کے بغیر آسودگی حاصل کرتے تھے۔ اِس قدر بڑے پیمانے پر لنگر کا اِنتظام واہتمام ہوتا دیکھا تو علاء الدین خلجی نے آپ کی مخبری بھی کرائی مگر آپ اِن تمام باتوں سے بے نیاز عبادت الٰہی اور خدمت خلق میں مشغول رہے۔ آخر کار آپ کے اخلاص اور خلق دوستی کے

سامنے علاء الدین خلجی کی مخبری دھری کی دھری رہ گئی اور پھر وہ اِس قدر عقیدت مند ہوا کہ اپنے دو بیٹے خضر خاں اور شادی خاں کو ہمیشہ ہمیش کے لیے آپ کی غلامی میں دے دیا۔

خضر خاں اور شادی خاں آپ کی غلامی میں کیسے آئے؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ ہوا یوں کہ دونوں صاحبزادے جب آپ کے پاس بیعت کی غرض سے پہنچے تو آپ نے اُن دونوں سے کہا کہ پہلے بادشاہ کی طرف سے اجازت نامہ لاؤ۔ چنانچہ علاء الدین خلجی نے اپنے ایک شاہی گورنر کو اپنا وکیل بنایا اور آپ کی خدمت میں بھیجا، جب اُس نے علاء الدین خلجی کی طرف سے اجازت نامہ پیش کیا۔ اس کے بعد آپ نے خضر خاں اور شادی خاں کو بیعت کیا اور خرقہ عنایت فرمایا۔ (مقدمہ فوائد الفواد (مترجم)، ص: ۸۲-۸۴)

۲۔ پھر ایک بار کچھ حاسدین و معاندین کے ورغلانے پر علاء الدین خلجی کو خدشہ لاحق ہو گیا کہ آپ کی مقبولیت سے کہیں حکومت کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟ پس آپ کا اصل ارادہ جاننے کے لیے اُس نے آپ کو ایک خط لکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کا مال و زر مجھے بخشا ہے اور آپ مخدوم عالمیاں ہیں، میرے لیے بڑی نیک بختی اور سعادت ہوگی کہ جو کوئی مہم پیش آئے/ جن اُمور میں عوام الناس کی بھلائی ہو اُس تعلق سے مجھے مشورہ دیا کریں تاکہ میں آپ کے مشورے اور ہدایات کی روشنی میں عوام کی بھلائی کے لیے کام کروں۔ فی الحال کچھ مسائل درپیش ہیں، وہ میں آپ کو لکھتا ہوں جن میں حکومت و مملکت کی بھلائی پوشیدہ ہو اُس سے مجھے آگاہ فرمائیں۔

چنانچہ سلطان علاء الدین خلجی کا خط جب آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے خط پر نظر ڈالے بغیر اُسے ایک طرف ڈال دیا، اور خضر خاں سے فرمایا: ''درویش کو بادشاہوں سے کیا لینا دینا ہے؟''

پھر فرمایا کہ میں درویش ہوں، شہر سے دور ایک گوشے میں پڑا ہوں، مسلمانوں اور بادشاہ کے حق میں دعا گو ہوں۔ اگر حکومت سے متعلق آئندہ بادشاہ نے مجھ سے کچھ کہنے کی کوشش کی تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا کہ اللہ کی زمین وسیع تر ہے۔

خضر خاں نے یہ جواب اپنے والد علاء الدین خلجی کو بتایا تو وہ بڑا خوش ہوا، اور کہا کہ حضرت سے مجھے اِسی جواب کی اُمید تھی۔ کچھ بدخواہوں نے مجھے اُن سے بدظن کرنے کی کوشش کی اور مجھے اُن سے لڑانا چاہا۔

اس کے بعد علاء الدین خلجی نے آپ کی خدمت میں ایک معذرت نامہ بھیجا اور خانقاہ میں آنے کی اجازت طلب کی۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''بادشاہ کو آنے کی کوئی ضرورت نہیں، میں غائبانہ دعا میں مشغول ہوں اور ایسی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔''

پھر جب اُس نے آنے کے لیے زیادہ زور ڈالا تو آپ نے کہلا بھیجا:

''فقیر کے گھر میں دو دروازے ہیں: ایک سے بادشاہ داخل ہوگا تو دوسرے سے میں نکل جاؤں گا۔(۱)

---

(۱) سیر الاولیاء (فارسی)، باب:۱،ص: ۱۳۳-۱۳۵، اخبار الاخیار (فارسی)، طبقۂ دوم، ص: ۱۰۸-۱۰۹

اِس طرح آپ سے سلطان علاء الدین خلجی کی عقیدت ومحبت اور بھی مضبوط ہوگئی جو آخری دم تک قائم رہی اور نتیجے کے طور پر دینی واخلاقی اصلاحات اور عوامی صلاح وفلاح کے کارہائے نمایاں انجام پائے۔

خدمت خلق اور بخشش وعنایات

سلطان المشائخ کی خدمت میں کثرت سے تحفے تحائف آتے تھے مگر آپ کچھ بھی بچا کر نہیں رکھتے تھے، بلکہ ضرورتمندوں میں تقسیم کروادیا کرتے تھے۔ آپ عنایات وبخشش اس طور پر فرمایا کرتے تھے کہ مانو عطا وبخشش کا دریا بہہ رہا ہو۔ نیز آپ کی عطا وبخشش کے انداز بھی بڑے نرالے تھے۔ باوجود کہ عنایت سب کو کرتے تھے مگر کس کو کیا دیا کوئی جان نہیں پاتا تھا۔ شواہد کے طور پر درج ذیل واقعات ملاحظہ کریں، مثلاً:

۱۔ ایک بار ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا، تو آپ نے خواجہ اقبال سے فرمایا کہ اُنھیں شکر کی ایک پڑیا دے دو۔ وہ شخص پڑیا لیا اور چلا گیا۔ گھر پہنچنے کے بعد پڑیا کھولی تو دیکھا کہ اُس میں شکر کی جگہ دس تنکے (سکے) ہیں۔ وہ سمجھا کہ خواجہ اقبال نے یہ پڑیا دھوکے سے مجھے دے دی ہے۔ وہ خانقاہ واپس آیا اور آپ کی خدمت میں وہ پڑیا پیش کی اور کہا کہ حضور! شکر کی پڑیا کی جگہ بھول سے مجھے دس تنکوں کی پڑیا دے دی گئی تھی۔

یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: ''ارے خواجہ! یہ تو اللہ تعالیٰ تمھیں دے رہا ہے، ہم درمیان میں کون ہوتے ہیں؟ تم انھیں رکھو اور جیسے جی چاہے خرچ کرو۔''

۲۔ اسی طرح ایک بار ایک شخص کو آپ نے ولایتی کپڑے کا ایک تھان عطا کیا، تو وہ سونے کے چند سکوں کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ حضور! کپڑے کے تھان میں غلطی سے سونے کے یہ سکے چلے گئے تھے۔ اس سے بھی آپ نے یہی فرمایا: جب اللہ تمھیں دے رہا ہے تو میں کون ہوں؟ یہ تمہارے ہیں، اسے تم خرچ کرو۔

۳۔ ایک بار غیاث پور کے زمانے میں ایک طالب علم خانقاہ میں آیا۔ آپ نے پہلے اُس کو کھانا کھلایا پھر خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ ''انھیں آدھا تنکا دے دو۔'' خواجہ اقبال نے کہا کہ اس وقت موجود نہیں ہے، فرمایا:

''کسی سے لے کر دے دو۔''

اس وقت اتفاق سے کہیں بھی تنکا نہیں ملا۔ خانقاہ میں ایک بیل بندھا ہوا تھا، فرمایا کہ اس بیل کو بازار میں بیچ آؤ۔ بیل کو بازار لے جایا گیا لیکن بازار کا وقت نکل جانے کے سبب بیل فروخت نہ ہو سکا۔ طالب علم نے کہا کہ بیل ہی مجھے دے دیجیے، میں بیچ لوں گا۔ بیل ۴-۵ تنکے کا تھا۔ حضرت اخی مبارک نے یہ بات آپ کی خدمت میں پیش کی تو فرمایا کہ ''ہاں! اُسے بیل دے کر رخصت کر دو'' (مقدمہ فوائد الفواد (مترجم)، ص: ۷۶-۷۸)

اسی پر بس نہیں بلکہ سلطان المشائخ نے باقاعدہ اپنا ایک اصول بنا رکھا تھا کہ کس کو کتنا وظیفہ دیا جائے۔ لہٰذا غیاث پور اور قرب وجوار میں رہنے والے کو باضابطہ خانقاہ کی طرف سے روز وظیفہ دیا جاتا تھا۔ شہر میں رہنے والے کو ہفتہ وار وظیفہ دیا جاتا تھا۔ آس پاس کے قصبوں اور علاقوں میں رہنے والے کو ماہانہ وظیفہ عطا ہوتا تھا اور دور دراز سے

آنے والوں کے لیے ششماہی یا سالانہ وظیفے مقرر کیے گئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی آتا اُسے تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور اپنے پاس کچھ ذخیرہ نہیں رکھتے تھے۔ بقول سید امیر خورد کرمانی: وفات کے وقت جب لنگر خانے میں کچھ غلہ تقسیم ہونے سے رہ گیا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ انبار خانوں کے دروازے توڑ ڈالو، یہ غلہ زمین کی مٹی ہے اس کو کیوں رکھا ہے۔ فقیروں کو بلاؤ اور اُن سے کہو کہ یہ سب غلہ لے لیں اور ایک تنکا بھی باقی نہ چھوڑیں۔ چنانچہ جماعت خانے سے سارا سامان نکلوالیا گیا اور خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ جو کچھ ہے سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کردو، ورنہ کل اللہ سبحانہ کے سامنے تمھیں جواب دینا پڑے گا۔(۱)

اصلاحات ودعوات

سلطان المشائخ تقریباً ۶۶ رسال تک مسند بیعت وارشاد پر متمکن رہے۔ اس بیچ آپ نے محتاجوں، مسکینوں اور بیکسوں کی محض خبر رکھنے اور اُن کی امداد کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن کے اندر در آئی عملی خرابیوں اور اخلاقی بیماریوں کو بھی دور کیا، اور اُن کی کامل اصلاح فرمائی۔ آپ نے ایک طرف قلب وروح کو پاکیزگی عطا کی تو دوسری طرف سیرت واخلاق کی درستگی کا نسخہ کیمیا عطا فرمایا، اور اس تعلق سے آپ کے نزدیک شاہ وگدا، علماوفقہا، سلاطین وحکمران، عوام وخواص، ملازمت پیشہ واہل صنعت وحرفت سب برابر تھے، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت اور امتیاز حاصل نہ تھا۔

پھر ایک ایسے ماحول میں جب کہ دین بیزاری اور نفس پرستی عام ہو چکی تھی، آپ نے لوگوں کے دلوں میں دینی اور عرفانی لہر دوڑا دی جسے ہر کسی نے محسوس کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی اصلاحی وفلاحی کوششوں کے باعث آس پاس کا ماحول حیرت انگیز طور پر اسلام، ایمان، احسان کے رنگ میں رنگ گیا تھا، یعنی سنت رسول اور احکام شریعت کی پاسداری اور اہتمام لوگوں کے معمولات میں بطور خاص شامل تھا۔

مورخین کے مطابق: سلطان علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں سجادۂ تصوف شیخ الاسلام نظام الدین اولیا اور شیخ الاسلام رکن الدین قدست اسرار ہما سے آراستہ تھا۔ ایک دنیا اُن نفوس قدسیہ سے روشن ومنور ہوئی اور ایک عالم نے اُن کی بیعت کا ہاتھ پکڑا، گنہگاروں نے توبہ کی، ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اُٹھالیا اور ہمیشہ کے لیے پابند نماز ہو گئے اور باطنی طور پر دینی وظائف کی طرف رغبت ظاہر کی، اُن مشائخ کے اخلاق حمیدہ سے اور ترک وتجرید کے معاملات دیکھنے سے دنیا کی حرص ومحبت دلوں میں کم ہو گئی اور اُن کی عبادات ومعاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہو گئی۔ جیسا کہ مشہور مؤرخ مولانا ضیاء الدین برنی رحمہ اللہ جو سلطان المشائخ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے، لکھتے ہیں:

اُسی زمانے میں سلطان المشائخ نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ گنہ گاروں کو خرقہ پہناتے،

---

(۱) (سیر الاولیاء، (فارسی، باب:۱، نکتہ:۵، ص:۱۵۳)

اُن سے توبہ کراتے اور اپنی مریدی میں قبول کرتے۔ خاص وعام، امیر وغریب، بادشاہ وفقیر، عالم وجاہل، شریف ورذیل، شہری ودیہاتی سب کو توبہ کراتے اور پاکی کی تعلیم دیتے تھے، اگر شیخ کے کسی مرید سے کوئی لغزش ہوجاتی تو پھر نئے سرے سے بیعت کرتے تھے اور توبہ کا خرقہ عطا کرتے تھے۔

آپ کی وجہ سے مرد وعورت، بوڑھے جوان، بازاری، عامی، غلام اور نوکر سب کے سب نماز ادا کرنے لگے تھے اور زیادہ تر مریدین نماز چاشت واشراق کے پابند بھی ہوگئے تھے، نیک کام کرنے والوں نے شہر سے غیاث پور تک تفریحی جگہوں پر صفّے (چبوترے) قائم کردیے تھے، چھپر ڈال دیے تھے، کنویں کھدوادیے تھے، پانی کے گھڑے اور وضو کے لیے لوٹے رکھوادیے تھے، چٹائیاں بچھوادی تھیں، ہر صفّے (چبوترے) اور ہر چھپر میں ایک چوکیدار اور ایک ملازم مقرر تھا، تاکہ مرید اور توبہ کرنے والوں کو شیخ کے آستانے تک آنے جانے میں اور نماز کے وقت وضو کرنے میں کوئی دقت اور تردد نہ ہو، چبوترہ اور چھپر میں نفل نماز پڑھنے والوں کا ہجوم دیکھا جاتا تھا اور لوگوں کے درمیان گناہ کم ہوگیا تھا۔ بلکہ اکثر لوگوں کو نماز چاشت، اشراق، اوّابین، تہجد کی رکعتیں اور ان کے طریقے بھی یاد تھے کہ ان نمازوں میں کتنی رکعتیں ادا کرتے ہیں اور ہر رکعت میں کلام پاک کی کون سی سورت اور کون سی آیت پڑھتے ہیں... اس زمانے میں اکثر لوگوں کے درمیان حفظ قرآن کا ذوق بھی پیدا ہوگیا تھا۔

مشائخ کے اوصاف حمیدہ اور ان کے احوال بیان کرنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ دنیا اور دنیا داروں کا ذکر لوگوں کی زبان پر نہیں آتا تھا، کسی دنیا دار کے گھر کی طرف اپنا رخ نہیں کرتے تھے، کثرت نوافل کی اس قدر پابندی تھی کہ بادشاہ کے محل میں بہت سے امرا، لشکری اور سپاہی جو شیخ کے مرید تھے چاشت واشراق کی نماز ادا کرتے اور ایام بیض کے روزے رکھتے، سلطان علاء الدین خلجی اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ شیخ کا معتقد اور مخلص ہوگیا تھا۔ خواص وعوام کے دلوں نے نیکی کی راہ اختیار کرلی تھی، عہد علائی کے آخری چند برسوں میں شراب نوشی، عشق بازی، فسق وفجور، سٹہ وجوا، فحاشی وعریانی وغیرہ کا نام بھی عام انسانوں کی زبان پر نہیں آتا تھا، کبیرہ گناہوں کو لوگ کفر کے مشابہ تصور کرنے لگے تھے، مسلمان ایک دوسرے سے شرم کے سبب سود خوری اور ذخیرہ اندوزی کا کھلم کھلا مرتکب نہیں ہوتے تھے، بازار سے جھوٹ بولنے اور کم تولنے کا رواج اٹھ گیا تھا، اکثر طالب علموں اور بڑے لوگوں کی رغبت جو شیخ کی خدمت میں رہتے تھے تصوف اور احکام طریقت کی کتابوں کی طرف ہوگئی تھی۔ جیسے: قوت القلوب، احیاء العلوم، عوارف المعارف، کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ وغیرہ کے بہت سے خریدار پیدا ہوگئے تھے۔ زیادہ تر لوگ کتب فروشوں سے سلوک وحقائق کی کتابوں کے بارے میں دریافت کرتے تھے، کوئی پگڑی ایسی نہ تھی جس میں مسواک اور کنگھی لٹکتی نظر نہ آتی تھی۔ غرض یہ کہ اللہ سبحانہ نے شیخ نظام الدین کو پچھلی صدیوں کے حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی کے مثل پیدا کیا تھا۔ (تاریخ فیروز شاہی (ملخصاً)، ص: ۳۴۱ تا ۳۴۶ بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص: ۱۹۳-۱۹۴)

آخری حالات اور وصال

سلطان المشائخ زندگی کے آخری ایام میں کافی بیمار رہنے لگے تھے اور آپ کی بینائی بھی متاثر ہوتی رہتی تھی۔ آخری ایام میں خدمت گاران کی یہی کوشش رہتی کہ آپ کی خدمت میں حاضر رہیں اور خدمت کے ساتھ کچھ اچھی اچھی باتیں بھی کریں تاکہ آپ کو سکون ملے۔ کبھی کبھی آپ لطائف سننے کی فرمائش بھی کر دیتے تھے۔ مثلاً: ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ بیمار تھے، خواجہ برہان الدین غریب اور خواجہ بہاء الدین حاضر خدمت تھے۔ آپ نے مولانا بہاء الدین سے فرمایا کہ کوئی لطیفہ سناؤ۔ مولانا نے بیان کرنا شروع کیا کہ ایک شخص بیمار تھا، ڈاکٹر نے اُس سے کہا کہ آبِ گوشت کے سوا کچھ نہیں کھانا۔ چنانچہ اُس کے لیے دو من گوشت منگوایا گیا اور اسی قدر اُس میں پانی ڈالا گیا اور پھر جب پکتے پکتے ایک پیالہ رہ گیا تو وہ آبِ گوشت اُسے پینے کو دیا گیا۔

ڈاکٹر نے اُس سے کہا کہ ''آج تم نے دو من گوشت کھایا ہے۔''

یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا۔ (مقدمہ فوائد الفواد، ص: ۱۰۸-۱۰۹، بحوالہ نفائس الانفاس، ۲۹ رصفر ۷۳۴ھ)

وصال سے چالیس دن پہلے آپ کے معمولات میں واضح طور پر فرق آنا شروع ہو گیا تھا۔ جیسے: آپ پر تحیر کا عالم طاری رہتا، بار بار بے خود ہو جاتے، پھر ہوش میں آجاتے اور فرماتے:

''آج جمعہ کا دن ہے، دوست کو دوست کا وعدہ یاد آتا ہے اور وہ اس میں غرق ہو جاتا ہے۔''

اسی عالم میں دریافت فرماتے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز ادا کر لوں؟ جواب دیا جاتا کہ آپ نماز ادا کر چکے ہیں، تو فرماتے: ''پھر سے پڑھ لوں۔'' غرض کہ جتنے دنوں تک استغراقی کیفیت طاری رہی، ہر نماز مکرر ادا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ دو باتیں بار بار فرماتے تھے: ''آج جمعہ کا دن ہے، ہم نماز ادا کر چکے ہیں؟''

نیز یہ مصرعہ بھی آپ بار بار پڑھتے تھے: ''می رویم و می رویم و می رویم''

یعنی ہمیں جانا ہے، ہمیں جانا ہے، ہمیں جانا ہے۔ (سیر الاولیاء، (فارسی، باب: ۱، نکتہ: ۵، ص: ۱۵۳)

ایک بار شیخ رکن الدین ملتانی عیادت کو آئے اور فرمایا کہ انبیاومرسلین کو حیات و ممات میں اختیار دیا گیا ہے، علماو مشائخ وارثین انبیا میں شامل ہیں، اگر آپ بھی کچھ دنوں تک اور دنیا میں رہنے کا ارادہ فرمالیں تو طالبین کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ مگر آپ نے رندھی ہوئی آواز میں فرمایا: آج کل ہر شب رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھ رہا ہوں، آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''نظام! اشتیاق تو ما بیشتر است زود بیا در کف ما۔''

یعنی نظام! تم سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے جلدی آؤ اور ہمارے پاس آرام کرو۔ (۱)

سیر الاولیا میں ہے کہ جب سید حسین (۲) نے عرض کیا کہ مخدوم نے کافی دنوں سے کھانا پینا ترک کر رکھا ہے،

---

(۱) (مقدمہ فوائد الفواد، ص: ۱۰۹-۱۱۱)

(۲) سید حسین رحمہ اللہ سید امیر خورد کرمانی کے چچا ہیں۔

تو ایسے میں آپ کا کیا حال ہوگا؟ آپ فرماتے:

''جس کا مشتاق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں اُس کو دنیوی کھانا کیسے اچھا معلوم ہوگا!!

اسی بیماری کے زمانے میں خدام نے دریافت کیا کہ مخدوم کے بعد ہمارا کیا ہوگا؟ فرمایا کہ میرے روضے پر اتنا آتا رہے گا جو تم لوگوں کے لیے کفایت کرے گا۔ کسی نے پھر عرض کیا کہ اس کی تقسیم کون کرے گا؟ مراد یہ تھا کہ روضہ کا جانشین وخلیفہ کون ہوگا؟ فرمایا: ''جس کا نصیبہ ساتھ دے گا۔''

بعض خدام نے مولانا شمس الدین دامغانی سے کہا کہ وہ دریافت کریں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص نے اپنی اپنی عقیدت کے مطابق آپ کے احاطے میں بلند وبالا عمارتیں بنالی ہیں اور ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ آپ اُس کی عمارت میں مدفون ہوں۔ اگر قضائے الٰہی آجاتی ہے، تو ہم آپ کو کس کی بنائی عمارت میں دفن کریں گے؟ چنانچہ مولانا دامغانی نے عرض کیا کہ آپ کہاں آرام فرمانا پسند فرمائیں گے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں صحرا میں کھلے آسمان کے نیچے مدفون ہوں گا۔ پس آپ کو صحرا میں دفن کیا گیا، جس پر بعد سلطان محمد تغلق نے گنبد کی تعمیر کروائی۔

بالآخر ایک دن طلوع آفتاب کے بعد آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا، اس دار فانی سے کوچ فرمایا اور اپنے مالک حقیقی عزوجل سے جاملے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ۱۷ربیع الآخر ۷۲۵ھ/ ۲ر اپریل ۱۳۲۵ء کی تاریخ تھی اور دن بدھ کا تھا۔ (سیر الاولیا، باب:۱، نکتہ:۵، ص:۱۵۲-۱۵۵)

اس کے بعد جب لحد کھودنے کا معاملہ سامنے آیا تو شیخ رکن الدین ملتانی نے خواجہ اقبال سے دریافت کیا کہ حضرت، مقابرِ یاران پر فاتحہ خوانی کے لیے آتے تھے تو کس مقام پر بیٹھتے تھے؟ خواجہ اقبال نے ایک جگہ بتائی کہ جہاں نارنگی کا درخت لگا ہوا تھا، اور یہ بھی کہا کہ آپ کی نشست اس درخت کے نیچے ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا شیخ رکن الدین نے اسی جگہ پر آپ کی لحد کھدوائی۔

پھر اُسی دن دوپہر میں ظہر کی نماز سے پہلے غیاث پور (بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی) میں مدفون ہوئے۔ شیخ رکن الدین ملتانی اور خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمہما اللہ نے آپ کو لحد میں اُتارا، اور شیخ کبیر بابا فرید قدس سرہٗ کے تبرکات (خرقہ، عصا، مصلا، تسبیح) قبر میں رکھے گئے۔ (مقدمہ فوائد الفواد، ص:۱۰۹-۱۱۱)

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے نبیرہ شیخ الاسلام رکن الدین نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور اس کے بعد فرمایا کہ آج مجھے یقین ہوگیا کہ چار برسوں مجھے تک دہلی شہر میں روکے رکھنے کا اصل مقصد یہی تھا کہ سلطان المشائخ کی نماز جنازہ کی امامت کا شرف مجھے ملنے والا تھا۔ (سیر الاولیاء، (فارسی، باب:۱، نکتہ:۵، ص:۱۵۵)

مرقد انور سے معمول کے مطابق آج بھی چشتی نظامی فیضان جاری وساری ہے۔

درویشی و فقر و کج کلاہی داری زیبائی و دارائی و شاہی دارد
کم یافت کسے ز اولیاے امت آں رتبہ کہ محبوب الٰہی دارد

کتابیات

۱۔آب کوثر،شیخ محمد اکرام،مطبوعہ:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،لاہور،پاکستان،۲۰۰۶ء

۲۔اخبارالاخیارفی اسرارالابرار(فارسی)،شیخ عبدالحق محدث دہلوی،تصحیح وتوضیح:علیم اشرف خان،ناشر:انجمن آثارومفاخر فرہنگی،کتاب خانہ ملی،ایران،۱۳۸۳ھ

۳۔بحرالمعانی،مولف:حضرت شیخ ابوجعفر مکی،ناشر:تقی انورعلوی کاکوری،۲۰۱۰ء

۴۔تاریخ دعوت وعزیمت،سیدابوالحسن ندوی،ناشر:مجلس نشریات اسلام،ناظم آباد،کراچی،پاکستان

۵۔تاریخ مشائخ چشت،مولف:خلیق احمد نظامی،ناشر:مشتاق بک کارنر،الکریم مارکیٹ،لاہور،پاکستان

۶۔جامع تاریخ ہند،محمد حبیب-خلیق احمد نظامی،ناشر:قومی کونسل برائے فروغ زبان اُردو،نئی دہلی،۲۰۰۱ء

۷۔خواجہ نظام الدین اولیا،مولف:پروفیسرعبدالرحمٰن مومن،ناشر:قاضی پبلشر،نئی دہلی،۲۰۱۵ء

۸۔خیرالمجالس،مرتب:مولاناحمیدقلندر،تحقیق وتقدیم:خلیق احمد نظامی،مطبوعہ:شعبۂ تاریخ،علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی،علی گڑھ

۹۔دُررِنظامی موسوم بہ گفتارمحبوب،مرتب:علی محمود بن جاندار،مترجم:صاحبزادہ محمد یسین علی،ناشر:ادارہ پیغام القرآن، لاہور،پاکستان،۲۰۱۲ء

۱۰۔سیرالاولیاء(فارسی)،امیرخوردسیدمحمدمبارک کرمانی،شایع کردہ:بندۂ ذوالجلال چرنجی لال مالک ومہتمم مطبع محب ہند، فیض بازار،دہلی،۱۳۰۲ھ

۱۱۔فوائدالفواد(فارسی)،خواجہ امیرحسن علاسجزی،ناشر:ملک سراج الدین اینڈسنز پبلشرز،بازارکشمیری،لاہور،پاکستان، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

۱۲۔فوائدالفواد(اُردو)،مرتب ومترجم:خواجہ حسن ثانی نظامی،ناشر:درگاہ خواجہ نظام الدین اولیا،نئی دہلی،۲۰۰۷ء

۱۳۔نظامی بنسری،مترجم ومرتب:خواجہ حسن نظامی،ناشر:درگاہ خواجہ نظام الدین اولیا،نئی دہلی،۲۰۰۹ء

○○○

March 2020 **Alehsaan** Issue : 10

(An Annual Journal on Islamic Spirituality)

Spreading

Peace & Truth

امن کا داعی حق کا پیامی

جامعہ عارفیہ کی تعلیمی، تربیتی اور فلاحی خدمات کے ساتھ مختلف موضوعات پر اسکالرس کے

بیانات سننے کے لیے یوٹیوب پر ہمارے چینل

الاحسان میڈیا کو Subscribe کریں۔

www.youtube.com/c/Alehsanmedia

فیس بک صارفین جامعہ عارفیہ/ خانقاہ عارفیہ کی تمام تر علمی وروحانی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لیے ہمارے فیس بک پیج

کو Like کریں اور اس کو Share کر کے دوسروں تک ہمارے پیغام کی ترسیل میں تعاون کریں۔

/AlehsanMedia /ssmtrust /Khanqahearifia /jamiaarifia1993

SHAH SAFI ACADEMY, KHANQAH E ARIFIA

Saiyed Sarawan, Kaushambi, Uttar Pradesh 212213 (INDIA)

shahsafiacademy@gmail.com/alehsaan.yearly@gmail.com

ISSN 2348-2826